کیا آپ کو معلوم ہے

بے شمار عام ہو جانے والی خطاؤں اور غلطیوں کی نشاندہی کرنیوالی ایک

بینظیر تالیف

مفتی محمد اکمل عطا قادری عطاری

مکتبہ اعلیٰ حضرت

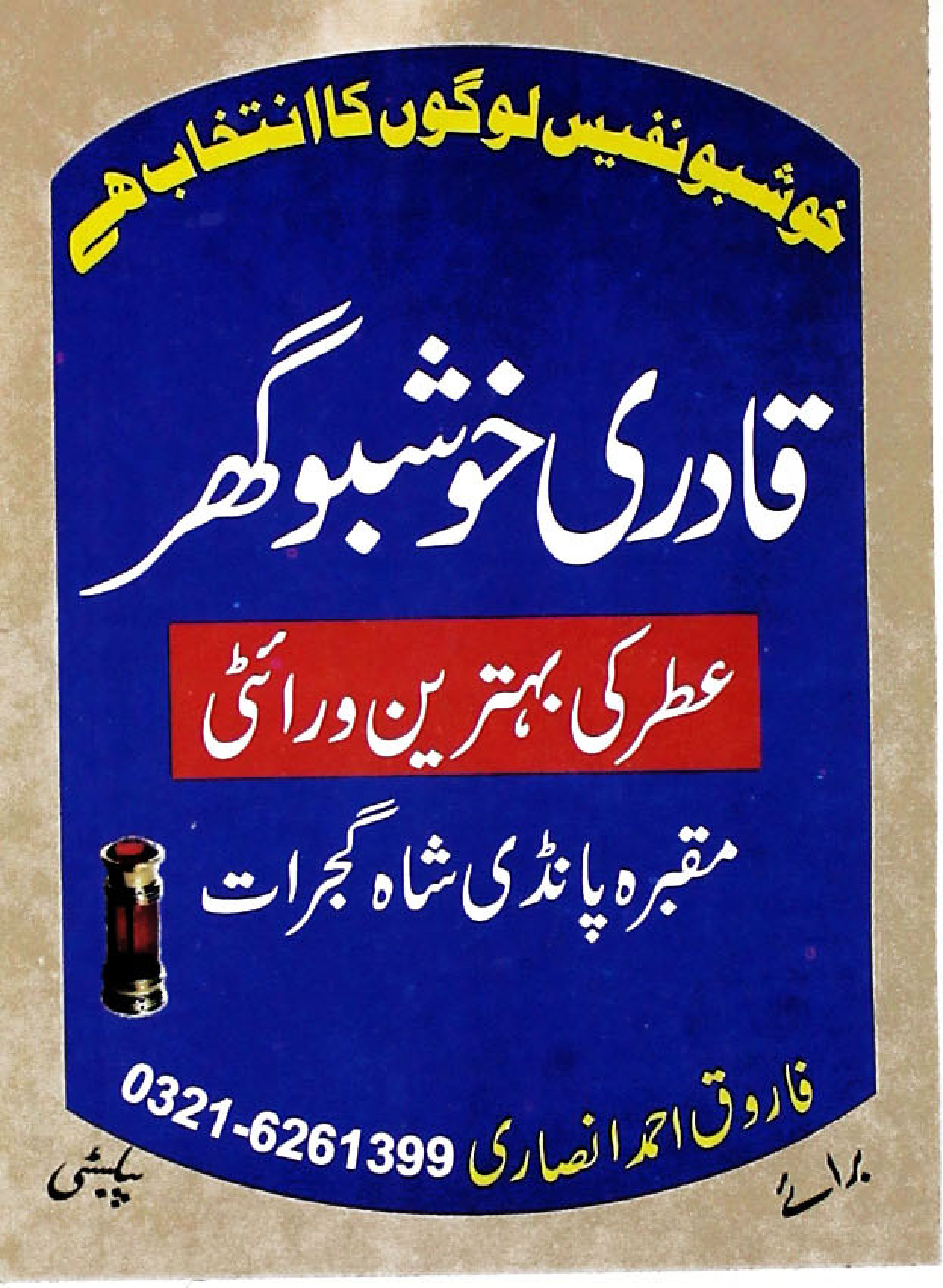

حکیم محمد شفیع انصاری آف سرحالی
قاری فاروق احمد انصاری ابن محمد لطیف انصاری
0321-6261399, 0333-8427050

مختلف گناہوں کی معرفت اور غلط فہمیوں کے ازالے میں
معاون منفرد اندازِ تحریر پر مبنی فقہی مسائل کا اچھوتا مجموعہ

کیا آپ کو معلوم ہے؟

مؤلف

علامہ مفتی محمد اکمل عطاؔ

مد ظلہ العالی

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ سستا ہوٹل دکان نمبر (4) لاہور

786

92

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

جملہ حقوق محفوظ ھیں۔

نام کتاب.................. کیا آپ کو معلوم ہے؟

مؤلف.................. مفتی محمد اکمل قادری عطاری مدظلہ العالی

صفحات.................. 224

قیمت.................. 90/- [redacted]

رابطے کے لئے

مکتبہ اعلیٰ حضرت

دربار مارکیٹ ستا ہوٹل دکان نمبر (4) لاہور

PH: 042- 7247301

E-Mail Adress : maktabaalahazrat@hotmail.com

۷۸۶
۹۲
الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

مجلس برائے تفتیش کتب

تاریخ: ۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ حوالہ: ۰۵۱

تصدیق نامہ

الحمدللہ عزوجل تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

''کیا آپ کو معلوم ہے؟''

پر **المدینۃ العلمیۃ** کے ماتحت مجلسِ تفتیش کتب ورسائل کی جانب سے حتی الامکان احتیاط وتوجہ کے ساتھ نظرِ ثانی کی گئی ہے۔ مجلس نے اس کتاب کو عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے۔

پی او بکس: ۱۸۷۵۲
المدینۃ العلمیۃ
کراچی، پاکستان

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
☆☆	انتساب	14
☆☆	پیش لفظ	15
1	دستِ غیب اور محبت بڑھانے کا طریقہ	17
2	جاہل شخص	19
3	کلمہ اور مغفرت	20
4	خود اپنی ہی چیز خریدنے کا حکم	21
5	بوقت موت دو شیطانوں کی آمد	22
6	میت والے گھر میں روٹی پکانے کا حکم	23
7	میت کے بدن سے بال و ناخن کاٹنے کا حکم	24
8	شوہر کے مرحومہ بیوی کو دیکھنے کا حکم	24
9	دودھ پیتے بچے کے پیشاب کا حکم	25
10	انبیاء علیہم السلام کے فضلاتِ بدن کا حکم	25
11	مباہلہ کی حقیقت	25
12	دنیا کی عمر اور مسلمان کی مدتِ رہائش جہنم	26
13	سید الانبیاء کی اذان	27
14	فاسق کی اذان کا حکم	27

15	مسجد میں اذان کا حکم	29
16	کھانے سے پہلے تربوز کھانا	32
17	وکالت کے رائج شدہ پیشے کا حکم	33
18	ہمزاد کو قابو کرنے کی حقیقت	33
19	آسیب، بھوت، چڑیل کا وجود اور شہید کی سواری آنے کا حکم	36
20	سب سے پہلی نمازِ جنازہ	37
21	حوض کوثر افضل یا زم زم؟	39
22	شیطان کا خواب میں نبی پاک (ﷺ) کی صورت اختیار کرنا	43
23	نبی کریم (ﷺ) کا خواب میں خلافِ شرع کام کا حکم دینا..	44
24	نامۂ اعمال کی باعتبارِ گناہ تین اقسام	45
25	خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ کا حکم	46
26	پاسپورٹ کے لئے تصویر بنوانے کے احکام	47
27	مالی جرمانے کا حکم	52
28	تنبیہ کی غرض سے نافذ کئے جانے والے مالی جرمانے کا حکم	53
29	مالی جرمانے کی جوازی صورتیں	54
30	خفیہ واعلانیہ گناہ کی توبہ کا شرعی طریقہ اوراس میں پوشیدہ حکمتیں	55
31	اللہ تعالیٰ کے لئے لفظِ ''میاں'' کے استعمال کا حکم	61

32	جزیرۂ عرب میں کافروں کی رہائش کا حکم	61
33	مدینہ منورہ کو ''یَثرِب'' کہنے کی شرعی حیثیت	63
34	مسلمانوں کا کفار کی محافل اور میلوں میں شرکت کرنے کا حکم	65
35	نومسلم کے اقرارِ اسلام کا اعتبار کرنے کا حکم	66
36	عمل کے مقبول ومردود ہونے کا مطلب	66
37	گناہِ کبیرہ کے ارتکاب پر حکمِ کفر؟	68
38	دینی کام میں کافروں سے طلبِ امداد کی شرعی حکم	68
39	عقائدِ اسلام کو فاسد کردینے والے دنیاوی علوم سیکھنا کیسا؟..	68
40	اللہ تعالی کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا کیسا؟	69
41	یزید کے کفر کے بارے میں علماء اسلام کا نظریہ	69
42	حیاتُ الانبیاء علیہم السلام کا شرعی تصور	70
43	انبیاء علیہم السلام کے لئے احتلام کا حکم	71
44	بالغ اولاد کی شادی میں بلاعذرِ شرعی تاخیر کرنے کا انجام.....	71
45	گناہ مٹانے کا شرعی نسخہ	72
46	حضرت مجنون رحمہ اللہ اور ولایت	73
47	عقائد میں تقلید کا حکم	73
48	آیتِ قرآنی وغیرھا استنجاء خانے میں لے جانے کا حکم	75

49	جنوں کی خوراک	77
50	عبادت کی اقسام	78
51	تبلیغ دین کے لئے سفر کا خرچ طلب کرنے کا حکم	80
52	انسان اور فرشتوں میں سے افضل کون؟	81
53	محشر اور دنیا کے ترازو میں فرق	81
54	ذکرِ سرکار (ﷺ) پر انگوٹھے چومنے کا حکم	82
55	پیر کے قابلِ بیعت ہونے کی شرائط	82
56	بیعت کے لئے اجازت لینے کا حکم	84
57	استنجاء کے لئے ٹشو پیپر کے استعمال کا حکم	84
58	فجر کا وقت تنگ ہونے کی صورت میں غسل کے احکام	85
59	نجومی کو ہاتھ دکھانے کی شرعی حثیت	87
60	زوال کا وقت جاننے کا طریقہ	88
61	آلِ رسول (ﷺ) سے بروزِ قیامت مؤاخذے کا حکم	88
62	ہجرت کے وجوب کی صورتیں	89
63	خلیفہ وسلطان کسے کہتے ہیں؟	91
64	موزوں پر مسح کے احکام	95
65	اونی یا سوتی موزوں پر مسح کا حکم	96
66	زپ لگے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم	98

67	مؤذن کی موجودگی میں دوسرے کے تکبیر کہنے کا حکم.........	98
68	اہل کتاب سے نکاح اوران کے ذبیحہ کی شرعی حیثیت.......	99
69	مقتدیوں کے لئے جمعہ کی اذان ثانی کے جواب کا شرعی حکم..	106
70	خلیفہ افضل ہے یا سلطان؟......................	107
71	حقیرانہ الفاظ کے ساتھ سرکار (ﷺ) کے ذکر کا حکم شرعی...	111
72	حرام فعل کے تماشائی بننے کا حکم..................	113
73	حرام کام میں چندہ دینے کا حکم...................	114
74	مہاتما کا مطلب اور کسی کافر ومشرک کومہاتما کہنے کا حکم......	114
75	جمعہ کی اذان ثانی کی ابتداء......................	115
76	ماں باپ کی اطاعت کن کاموں میں واجب ہے؟..........	119
77	ماں باپ کوگناہ سے روکنے کے لئے سختی کرنے کا حکم......	120
78	اذان سے پہلے یا بعد میں صلوۃ وسلام پڑھنے کا شرعی حکم......	120
79	خواب کی اقسام...........................	121
80	اذان دینے کے دوران، اذان پہلے ہو چکنے کی اطلاع ملنا.....	122
81	کفار کے میلوں میں شرکت کا حکم.................	123
82	حالتِ حیض میں عورت سے نفع اٹھانے کا حکم..........	126
83	حائضہ کے ہاتھ کی پکی روٹی کھانے کا حکم............	127
84	کسی کومنحوس سمجھنے کی شرعی حیثیت................	128

85	قرآن پاک کے تیس پاروں کا مرتب کون؟...............	129
86	نامحرم عورت کے لئے اپنے پیر کا تبرک پینے کا شرعی حکم......	130
87	دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضو کا حکم...............	130
88	دلہن کے پاؤں کے دھوون کی برکت...............	131
89	اڑ کر بیماری لگنے کی شرعی حیثیت...............	132
90	خدا کے واسطے کی پرواہ نہ کرنے کا حکم...............	135
91	مال حرام سے صدقے کا حکم...............	135
92	اللہ تعالیٰ کے لئے لفظِ ''عاشق'' کے استعمال کی شرعی حیثیت	137
93	نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت...............	138
94	منافق و بدمذہب کو ''مولانا'' کہنے کا حکم...............	139
95	وسوسوں کی اقسام...............	140
96	کفار کی اقسام...............	141
97	غیر ملکی صابن کے استعمال کا حکم...............	143
98	منافق و بدمذہب سے میل جول کا حکم...............	144
99	موت سے کچھ دیر قبل مسلمان ہونے کی شرعی حیثیت......	146
100	مخصوص القاباتِ نبی (ﷺ) کو کسی امتی کیلئے استعمال کا حکم	146
101	حضرتِ مریم (رضی اللہ عنہا) کا اخروی مرتبہ...............	146

102	شوہر کی وفات یا طلاق کے بعد عورت کی دوسری شادی کو معیوب سمجھنے کا حکم..........	147
103	دوران نفاس، نماز وروزہ کا مسئلہ..................	147
104	ہاتھی دانت کے استعمال کی شرعی حیثیت..................	148
105	جنبی کے پسینے کا حکم..........................	149
106	پانی میں چھپکلی گر جانے کا حکم................	149
107	گوبر سے لیپی ہوئی چھت سے ٹپکتے پانی کا حکم...........	150
108	عیسائیوں کی کھانے پینے کی اشیاء کے استعمال کا حکم.........	151
109	نص قطعی موجود نہ ہونے کی صورت میں ضروریاتِ دین کے انکار کی شرعی حیثیت..................	154
110	کلمہ کفر کہنے والا مرتد ہوگا یا نہیں؟................	155
111	ضروریاتِ دین کے انکار کا حکم..................	157
112	اظہارِ کفر کی صورت میں شوہر وزوجہ کے تعلق کا حکم..........	158
113	بچے کے اسلام وکفر کے اعتبار کا شرعی حکم..................	159
114	فوت ہونے والے بچے کا کفر واسلام کی شرعی حیثیت........	160
115	مجبوراً کلمۂ کفر کہنے کی شرعی حیثیت..................	161
116	اپنی ذات کے لئے ثبوتِ کفر پر راضی ہونے کا حکم..........	163
117	کلماتِ کفر کے سلسلے میں زبان بہکنے کی شرعی حیثیت........	164

118	کلمہ کفر سن کر ہنس دینے کا شرعی حکم	165
119	اپنے مسلمان ہونے کا انکار کرنے یا خود کو کافر کہنے کا حکم	166
120	ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر کہنے کا حکم	167
121	کلمۂ کفر صادر ہونے پر نکاح کا حکم	168
122	اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ ومکان اور جہت ثابت کرنے کا حکم ...	169
123	اللہ تعالیٰ کی جانب کسی برے وصف کی نسبت کرنا کیسا؟.....	171
124	صفاتِ الٰہیہ مخلوق کے لئے استعمال کرنے کا حکم..........	171
125	اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبی کے الفاظ کہنے کا حکم........	172
126	گستاخیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مبنی وعظ وتقریر سننے کا حکم........	172
127	من جانب سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) حاصل شدہ نعمتوں کا انکار کا حکم..	174
128	سیدتنا عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگانے کا شرعی حکم......	174
129	سیدنا ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی صحابیت کے انکار کی شرعی حیثیت	174
130	گستاخیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مبنی تحریر کا ترجمہ کرنے کا حکم......	175
131	انبیاء علیہم السلام کے پیشوں کا، توہین کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم	181
132	غیر نبی کو انبیاء علیھم السلام سے افضل ماننے کا حکم...........	182
133	نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ کا حکم	183
134	قرآن کریم میں غیر اللہ کا تصرف ماننے کی شرعی حیثیت.....	184
135	قرآن کریم کی بے ادبی کا حکم................	186

136	تفضیلی اور رافضی کا فرق..............................	186
137	حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی بکنے والے کا حکم.......	187
138	ساداتِ کرام یا علمائے کرام کی توہین کا حکم..................	188
139	فرشتوں کی جانب غلطی کی نسبت کرنے کا حکم................	190
140	شریعت کے لئے توہین آمیز الفاظ کہنے کا حکم...............	191
141	نماز کی تحقیر کرنے اور عذابِ الٰہی کو ہلکا جاننے کا حکم.......	192
142	اذان کا مذاق اڑانے کا حکم.............................	193
143	داڑھی شریف کا مذاق اڑانے کا شرعی حکم..................	193
144	خلافِ شرع فیصلے کئے جانے کے مقام کو عدالت کہنا کیسا؟..	194
145	گناہِ کبیرہ کے ارتکاب پر حکم کفر..........................	195
146	حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا حکم................	196
147	حرام کی گئی چیزوں کو حلال جاننے کا حکم...................	199
148	حدیثِ متواتر کے انکار اور مطلقاً حدیث کی تحقیر کرنے کا حکم..	199
149	کتبِ فقہ کی توہین کا حکم................................	201
150	اجماع کے انکار کا شرعی حکم............................	201
151	انبیاء علیھم السلام کے معجزات کے انکار کی شرعی حیثیت......	204
152	حصول شفاء کی غرض سے غیر خدا کو سجدہ کرنے کا حکم.........	205
153	سجدۂ تعظیمی اور سجدۂ عبادت کا حکم.....................	205

154	کل امتِ محمدیہ (ﷺ) کو گمراہ کہنا کیسا؟............	208
155	کافر کے کفر میں شک کرنے کا حکم............	208
156	کافر کی تعظیم کرنے کا حکم............	209
157	کفر کسے کہتے ہیں اور اس کی علامات............	210
158	ہندوؤں کی ہولی اور دیوالی میں شرکت کی شرعی حیثیت......	211
159	کفار کا دینی شعار اختیار کرنا کیسا؟............	212
160	گھر، گھوڑے اور عورت کو منحوس جاننے کا حکم............	214
161	بدعت عقیدہ کا حکم............	215
162	تعزیہ نکالنے کا حکم............	215
163	آسمانی ستاروں کے اثرات کا شرعی تصور............	218
164	حرام کام پر خوش ہونے کا حکم............	220
165	محرم میں سبیل، گھوڑا نکالنے، بزرگوں کی نقل بنانے کا حکم	220
166	گورنمنٹ کی طرف سے دینی مدارس کی امداد کا حکم...........	221
167	نسبتِ سرکار (ﷺ) کی حامل شے کی تعظیم کا حکم............	222
168	شریعت، طریقت اور معرفت میں فرق؟............	224

انتساب

راقم، کتابِ ھذا کو اپنے مشفق ومربی استاذِ محترم، مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ الاساتذہ، جامع المعقول والمنقول، جناب حضرت علامہ مولانا،

”محمد عبد القیوم ہزاروی (رحمہ اللہ تعالیٰ)“

کی بارگاہ میں پیش کرنے میں قلبی سکون محسوس کررہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی تربتِ اطہر پر اپنی رحمت وکرم کی لگاتار موسلا دھار بارش نازل فرمائے۔ نیز اس نذرانے کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور اور آپ کے فیوض وبرکات سے جمیع عالم کو تاقیامت مستفیض فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

محمد اکمل قادری عطاری

۲ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

پیشِ لفظ

اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں دیگر بہت سی کتب، منظرِ عام پر لانے کے بعد ایک مزید کوشش آپ کے سامنے ہے۔ اس منفرد کتاب میں معاشرے میں ہونے والے بے شمار ایسے گناہوں اور عام ہو جانے والی غلط فہمیوں کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جن کے بارے میں مکمل معرفت نہ ہونے کی بناء پر عوام وخواص کی اکثریت گناہوں کے ارتکاب، جھوٹ روایت کرنے، مبتلائے بے ادبی اور راہِ گمراہی کی جانب مائل ہوتی یا کرتی نظر آتی ہے۔

ان شاء اللہ عزوجل اس کتاب کا مطالعہ قارئین کرام کو قدم قدم پر حیرت میں مبتلاء کردے گا اور دورانِ مطالعہ دلچسپی کم نہیں، بلکہ بڑھتی ہوئی محسوس ہوگی۔ نیز بعدِ مطالعہ اپنی معلومات میں بے پناہ اضافہ محسوس کیا جائے گا۔

حصول معلوماتِ کثیرہ کے ساتھ ساتھ امید ہے کہ بے شمار گناہوں کے ارتکاب سے حفاظت میں آسانی بھی میسر آئے گی۔

اس کتاب میں علامہ اکمل قادری عطاری مدظلہ العالی کی فتاویٰ رضویہ کو عام فہم شکل میں پیش کرنے کی خواہش کی تکمیل کا رنگ، کم وبیش ہر مقام پر نظر آئے گا۔ یوں فیض اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے فیضیاب ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہے گی۔

اگر آپ اس کتاب کو واقعی نافع مسلمین پائیں، تو کم از کم ایک مسلمان بھائی یا بہن کی خدمت میں اس کے مطالعے کے لئے ضرور ضرور درخواست پیش کریں۔ آپ کی درخواست کی مقبولیت ان شاء اللہ عزوجل آپ کے لئے ثوابِ جاریہ کا دروازہ کھول دے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام وخواص دونوں کے لئے نافع بنائے اور اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت

محمد اجمل قادری عطاری

25 دسمبر 2003 بمطابق ۲ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم، اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔اس کی اہمیت وعظمت کا اندازہ فقط اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسے انبیاء (علیہم السلام) کی وراثت قرار دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اچھی اور بری بات کی معرفت،حق وناحق کی شناخت،دوست ودشمن کی تمیز،گناہ وثواب کی پہچان،دنیوی واخروی لحاظ سے فوائد کا حصول،خود کو خطرات وآفات سے محفوظ رکھنے کے طریقے اور بے شمار دیگر امور میں تعاون،اسی کا مرہون منت نظر آتا ہے۔

لیکن ان امور کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ یہ معلومات کسی مستند ومعتمد ذریعے سے حاصل کی جائیں،ورنہ معاملہ برعکس بھی ہوسکتا ہے۔کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر مستند ذرائع سے حاصل شدہ علم،اپنے نقص کی بناء پر ہلاکت وگمراہی کے ایسے گہرے سمندر میں دھکیل دیتا ہے کہ جس سے باہر آنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہوتا اور ایمان انسانی،مسلسل غوطے کھاتے کھاتے آخرِ کار ہمیشہ کے لئے تحتِ آبِ عذاب ہوجاتا ہے۔

کسی بھی علم سے مکمل طور پر فیضیاب ہونے کے لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ انسان،عاجزی وانکساری کا دامن تھامے رہے کہ تکبر عموماً مثل شیطان،محرومی میں ابتلاء کا سبب بن جاتا ہے۔

آیئے معتمد ذرائع سے حاصل شدہ علم کی برکت سے،اپنے قلوب کو وصفِ عاجزی سے مزین کرتے ہوئے،گناہوں،غلط فہمیوں،جہالت،ابتلائے کفر اور بے

شمار دنیاوی و دینی نقصانات سے دور رہنے کی سعی احسن کریں۔ چنانچہ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''دستِ غیب اور مصلے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا درست وحقیقت پر مبنی ہے۔ نیز حصول دستِ غیب اور محبت بڑھانے کا آسان و واضح طریقہ خود قرآن نے بیان فرمایا ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا گیا کہ

''دستِ غیب اور مصلے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا صحیح ہے یا نہیں؟...

آپ نے جواباً فرمایا،

''ہاں صحیح ہے، مگر اس دورِ حاضر میں کمیاب، بلکہ نایاب ہے۔ دستِ غیب کے اعلیٰ درجے کے حصول کا نتیجہ بھی اب فقط ظاہراً مفت کی آمدنی اور وسعتِ رزق کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

پھر اگر دستِ غیب اس طرح ہو کہ ''جن'' کو تابع کر کے اس کے ذریعے سے لوگوں کے مال معصوم منگوائے جائیں، تو سخت اشد حرام گناہِ کبیرہ ہے.. اور.. اگر خبیث ارواح سے مدد لیتے ہوئے کسی منتر یا عمل کے ذریعے ہو، تو کفر کے قریب قریب ہے.. اور.. اگر فرشتوں اور روحانی عملیات کے ذریعے ہو، تو خود یہ شخص مارا جائے گا، یا، کم از کم پاگل ہو جائے گا، یا، سخت ترین امراض و بلایا میں گرفتار ہوگا۔

روحانی عملیات کو حرام کا ذریعہ بنانا، ہمیشہ ایسے ہی نتیجے لاتا ہے، نیز اس کے حرام قطعی ہونے میں کیا شبہ ہے؟.... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۔اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔'' (پ۲۔البقرۃ۔۱۸۸)

اور اگر کسی دوسرے مسلمان کا مال معصوم نہ منگوایا جاتا ہو، بلکہ اسے خزانۂ غیب سے کچھ پہنچایا جائے..یا..مال مباح غیر معصوم مثلاً کسی حربی کافر کا مال منگوایا جائے اور جس ''جن'' کو مسخر کیا مسلمان ہو، شیطان نہ ہواور روحانی عملیات کے ذریعے ہو، نہ کہ سفلیہ سے اور اس مال کو منگوا کر نیک ومحمود یا مباح کاموں میں صرف کیا جائے، نہ کہ معاذ اللہ حرام واسراف میں اڑایا جائے، تو اب ان مذکورہ شرائط کے ساتھ یہ عمل جائز ہے اور جو اس طریقے سے ملے، اس کا استعمال کرنا بھی جائز کہ جس طرح کسبِ حلال کے اور طریقے ہیں، اسی طرح ایک طریقہ یہ بھی ہے۔

دستِ غیب کا سب سے اعلیٰ، قطعی اور یقینی عمل جس میں ناکامی ممکن نہیں اور سب اعمال سے آسان ترین، خود قرآن عظیم میں موجود ہے۔لوگ اسے چھوڑ کر دشوار دشوار ظنیات، بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس سہل وآسان قطعی ویقینی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

''وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۞ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔یعنی جو اللہ سے ڈرے، تقویٰ وپرہیز گاری کرے، اللہ عزوجل ہر مشکل سے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔'' (پ۲۸۔الطلاق۔۲)

اور دستِ غیب کسے کہتے ہیں؟.......

اسی طرح لوگ، محبت بڑھانے والے اعمال کے پیچھے خستہ خوار پھرتے ہیں، لیکن انہیں حاصل نہیں ہوتا، حالانکہ محبت کا سہل ویقینی وقطعی عمل، قرآن عظیم میں مذکور ہے، اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمان ان کے لئے محبت کر دے گا (یعنی انہیں اپنا محبوب بنائے گا اور لوگوں کے قلوب میں ان کی محبت ڈال دے گا)۔'' (پ۱۶۔طٰہٰ۔۹۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو اپنے بیٹوں میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے، وہ جاہل ہے۔''

حضرتِ ابن عباس (رضی اللہ تعالی عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

''مَنۡ وُلِدَ لَهُ ثَلٰثَةُ اَوۡلَادٍ فَلَمۡ یُسَمِّ اَحَدَهُمۡ مُحَمَّدًا فَقَدۡ جَهِلَ ۔ یعنی جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے، تو وہ ضرور جاہل ہے۔'' (کتاب الموضوعات۔باب التسمیۃ بمحمد)

یہ حدیثِ پاک گو کہ موضاعات پر مشتمل کتب میں درج کی گئی ہے، لیکن موضوع نہیں۔ چنانچہ علامہ مناوی ارشاد فرماتے ہیں،

''فی اسنادہ جھالۃ لکنہ اعتضد فصار حسنا ۔ اس کی اسناد میں

جہالت ہے، لیکن یہ (حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالی عنہما) کی حدیث سے) تائید پاکر حسن ہوگئی ہے۔''
(فتاوی رضویہ بحوالہ تیسیر جامع صغیر۔ جلد ۵۔ ۴۷۴)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو ستر ہزار (70000) بار کلمہ طیبہ پڑھ لے، اس کی اور جس کے لئے پڑھے، اس کی بھی مغفرت کر دی جاتی ہے۔''

حضرتِ محی الدین ابن عربی (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کہتے ہیں کہ

''**انه بلغنی عن النبی ﷺ انه من قال لا اله الا الله سبعین الفا غفر الله تعالی له و من قیل له غفر له ایضا**۔ یعنی رسول اللہ (ﷺ) سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ پڑھے، اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کے لئے پڑھا جائے، اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔''

میں نے اتنی مقدار میں یہ کلمہ مبارکہ پڑھا ہوا تھا، لیکن اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی۔ ایک مرتبہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا۔ اس دعوت کے شرکاء میں سے ایک نوجوان کے کشف کا بڑا شہرہ تھا۔ کھانا کھاتے کھاتے وہ نوجوان رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا، ''میں اپنی والدہ کو عذاب میں مبتلاء دیکھتا ہوں۔'' میں نے دل ہی دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ وہ نوجوان فوراً ہی مسکرانے لگا اور کہا، ''اب میں اپنی ماں کو بہترین جگہ دیکھتا ہوں۔''

آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث ۔یعنی پس میں نے حدیث کی صحت کواس نوجوان کے کشف کے ذریعے اوراس نوجوان کے کشف کی صحت کوحدیث کے ذریعے پہچانا۔''

(مرقاۃ شرح مشکوۃ۔الفصل الثانی۔باب ماعلی العموم من المتابعۃ)

کیا آپ کومعلوم ہے کہ

''اگرکسی نے دوسرے کوکچھ پیسے دیئے کہ کتابیں خریدکرطلباء میں تقسیم کردے،تووکیل (یعنی اس دوسرے شخص) کے لئے جائزنہیں کہ اپنے پاس موجودکتابیں بچوں میں تقسیم کرکے،وہ پیسے خودرکھ لے۔''

امام اہل سنت،اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) سے سوال ہواکہ

بعض شخصوں نے کچھ روپے زیدکودئے کہ ان کی کتابیں دینیہ لے کرطالب علموں کودے دو۔زید کے پاس خودوہ کتابیں دینیہ موجودتھیں۔اس نے اپنے پاس سے حسبِ نرخ بازارکتابیں لے کرطالبعلموں کوتقسیم کردیں اوروہ روپے اپنی کتابوں کی قیمت میں آپ رکھ لئے اوریہ سمجھاکہ میں نے یہ بیچنااصل ہونے کے طورپراور خریدناوکیل کے لحاظ سے کیاہے۔اوربظاہرقطعاً یہی معلوم ہوتاہے کہ مالکوں کواس سے کچھ غرض نہ تھی کہ کتابیں بازارہی سے خریدی جائیں،اسی وجہ سے انہوں نے اس معاملہ میں اس کابات کاذکرنہیں کیا۔ان کااصل مقصدتقسیم کتب تھا،وہ زیدنے بخوبی کردیا۔اب سوال یہ ہے کہ یہ تقسیم مالکوں کی جانب سے ہوئی یانہیں؟...اگرنہیں ہوئی ،تواب کیاکیاجائے؟...کتابیں واپس نہیں ہوسکتیں۔بالکل یادنہ رہاکہ وہ طالبِ علم

کون کون سے تھے۔ کافی زمانہ گزر چکا ہے، اب مسئلے میں شبہ پڑا، روپے بھی باقی نہیں رہے۔"

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

"صورتِ مستفسرہ میں زید کو اصلاً یہ اختیار نہ تھا، نہ وہ خرید وفروخت ان پیسہ دینے والوں کی جانب سے ہوئی، کیونکہ خرید وفروخت جیسے عوض والے معاملات (مثلاً اجارہ وغیرہ) میں ایک ہی شخص دونوں جانب سے ولی نہیں ہوسکتا، بخلاف نکاح کے کہ اس میں ہوسکتا ہے۔ چنانچہ وہ کتابیں خود اس کی جانب سے گئیں، مالکوں کو ان کا پیسہ واپس کرے گا۔

ردالمحتار (کتاب الوکالۃ ۔ باب الوکالۃ بالبیع والشراء) میں ہے،

"الاان یبیعہ من نفسہ فلایجوز قطعاوان صرح بہ المؤکل ۔ یعنی مگر اس (وکیل) کا خود اپنے لئے خرید وفروخت کرنا، تو یہ قطعاً جائز نہیں، اگر چہ مؤکل (یعنی وکیل بنانے والے) نے اس کو واضح طور پر اجازت بھی دے دی ہو۔" (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۹۔ صفحہ ۹۳)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"بوقتِ موت 'دو شیطان' انسان کا ایمان برباد کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔"

امام ابن الحاج (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتے ہیں کہ

"جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے، تو دو شیطان اس کے دائیں بائیں

آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ان میں سے ایک اس کے باپ، جب کہ دوسرا ماں کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ان میں سے ایک کہتا ہے کہ ''فلاں شخص یہودی ہوکر مرا ہے،تو بھی یہودی ہوجا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔'' دوسرا کہتا ہے کہ ''فلاں شخص نصرانی ہوکر مرا ہے،تو بھی نصرانی ہوجا کہ نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔''

(المدخل۔باب فتنۃ المحتضر)

یہی وجہ ہے کہ بوقتِ موت مردے کو تلقین کا حکم دیا گیا ہے۔فتح القدیر میں ہے،

''المقصود منه التذكير فی وقت تعرض الشيطان۔یعنی تلقین سے مقصود مداخلتِ شیطان کے وقت ایمان یاد دلانا ہے۔'' (باب الجنائز)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''میت والے گھر میں روٹی پکانے کو ممنوع سمجھنا جہالت ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) سے پوچھا گیا،

''میت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے؟''....آپ نے فرمایا،''میت کی پریشانی کی وجہ سے وہ لوگ نہیں پکاتے ،لیکن پکانا شرعاً منع بھی نہیں۔یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لئے کھانا بھیجا جائے اورانہیں باصرار کھلایا جائے۔دوسرے دن نہ بھیجا جائے اور نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لئے بھیجیں۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۹۔صفحہ۹۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''میت کے بدن کے بال یا ناخن کاٹنا مکروہِ تحریمی یعنی حرام کے قریب قریب ہے، کنگھا کرنا بھی ممنوع ہے۔''

درمختار میں ہے،

''لایسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولایقص ظفرہ الاالمکسور ولاشعرہ ولایختن ۔یعنی میت کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے یعنی یہ مکروہِ تحریمی ہے اور اس کے ناخن نہ تراشے جائیں، مگر وہ جو ٹوٹا ہوا ہے، نہ ہی بال تراشے جائیں، نہ ختنہ کیا جائے۔'' (باب صلوۃ الجنائز)

ردالمحتار میں ہے،

''التزیین بعد موتھاوالامتشاط وقطع الشعر لایجوز ۔یعنی میت کے مرنے کے بعد اس کی زینت کا سامان کرنا، کنگھا کرنا اور بال کاٹنا، جائز نہیں۔'' (باب صلوۃ الجنائز)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''شوہر اپنی مرحومہ زوجہ کو دیکھ سکتا ہے، صرف (بلا حائل) چھونے اور غسل دینے کی ممانعت ہے۔''

درمختار میں ہے،

''یمنع زوجھامن غسلھاومسھاالامن النظر الیھاعلی الاصح ۔یعنی شوہر کو اس کی زوجہ کے غسل دینے اور چھونے سے منع کیا جائے گا، نہ کہ اس کی طرف نظر کرنے سے۔'' (باب صلوۃ الجنائز)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''دودھ پیتے بچے کا پیشاب ناپاک ہے، چاہے وہ ایک دن کا ہی کیوں نہ ہو۔''

بہارشریعت میں ہے، ''یہ جو اکثر عوام میں مشہور ہے کہ شیرخوار بچے کا پیشاب پاک ہے، محض غلط ہے۔'' (جلد۱۔حصہ دوم۔نجاستوں کے متعلق احکام)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''انبیاء (علیھم السلام) کی تخلیق پاک نطفوں سے ہوئی، نیز خود ان کے نطفے اور فضلاتِ بدن، امت کے حق میں پاک ہیں۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) مادہ منویہ کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں دریافت شدہ مسئلے کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں،

''منی مطلق ناپاک ہی ہے۔سوائے ان نطفوں کے جن سے تخلیق حضراتِ انبیاء (علیھم السلام) ہوئی اور خود انبیاء (علیھم السلام) کے نطفے کہ ان کا پیشاب بھی پاک ہے، یونہی تمام فضلات۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۴۔صفحہ۵۷۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مُبَاهَلَه، مدمقابل کے سامنے اپنا دعوی بیان کرنے اور جھوٹے کے لئے لعنت کی دعا کرنے کا نام ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) اس کی تعریف اور درست وجہ بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں،

''مباہلہ یہ ہے کہ دو فریق جمع ہو کر اپنا اپنا دعویٰ بیان کریں اور ہر فریق دعا کرے کہ ان دونوں میں جو جھوٹا ہو، اس پر لعنتِ الٰہی ہو، یہ جائز ہے اور اب تک مشروع ہے۔

مباہلہ ہر اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ اپنے قول کی حقانیت پر یقین قطعی ہو۔ مشکوک یا مظنون بات پر مباہلہ سخت جرأت ہے، مثلاً ہم کسی شافعی المذہب سے اس مسئلے پر مباہلہ نہیں کرسکتے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا ناجائز ہے، نہ شافعی ہم سے اس کے واجب ہونے پر مباہلہ کرسکتا ہے۔ ہاں ہم اور وہ، دونوں غیر مقلدوں سے اس مسئلے پر مباہلہ کرسکتے ہیں۔ (پہلی صورت میں مباہلہ کرنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے) کہ امام اعظم اور امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) ائمہ دین ہیں اور ان کی تقلید جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۸۹)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور جہنم میں جانے والا کوئی بھی مسلمان، اس مدت سے زیادہ دوزخ میں نہ رہے گا۔''

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں،

''عذرِ شرعی کے بغیر نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی پڑے، بے شک حرام، فسق اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کو عذاب دینا.. یا.. بخش دینا، اللہ عزوجل کی مشیت کے سپرد ہے۔ اور کوئی مسلمان، دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات

ہزار سال سے زیادہ نہ رہے گا۔" (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۵۔صفحہ ۱۱۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوران سفر بذاتِ خود ایک بار اذان دی ہے۔"

درمختار میں ہے،

"انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ واقام وصلی الظھر۔یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سفر میں بذاتِ خود اذان دی، اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھائی۔" (باب الجمعۃ)

یاد رہے کہ اس اذان میں رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کلماتِ شہادت یوں ادا فرمائے تھے، "اَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔"

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"فاسق کی اذان درست ہے، لیکن اس کی اذان پر نماز وروزہ وغیرہ کے سلسلے میں اعتماد جائز نہیں، لھذا اگر دے، تو کسی متقی عادل مسلمان کا دوبارہ دینا مستحب ہے۔"

درمختار میں ہے،

"جزم المصنف بعدم الصحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی

لایعقل قلت و کافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات ۔یعنی مصنف (یعنی صاحبِ تنویر الابصار) نے دیوانے، ناقص العقل اور ناسمجھ بچے کی اذان کے بارے میں عدم صحت کا قول کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ کافر وفاسق کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ امورِ دینیہ میں ان کا قول قابل قبول نہیں۔'' (باب الاذان)

ردالمحتار میں ہے،

''المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلوۃ ثم صار من شعار الاسلام فی کل بلدۃ او ناحیۃ من البلاد الواسعۃ فمن حیث الاعلام بدخول الوقت وقبول قولہ لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالۃ فاذا اتصف المؤذن بھذہ الصفات یصح اذانہ والافلایصح من حیث الاعتماد علیہ وامامن حیث اقامۃ الشعار النافیۃ للاثم عن اھل البلدۃ فیصح اذان الکل سوی الصبی الذی لایعقل فیعاد اذان الکل ندبا علی الاصح کما قدمناہ ۔یعنی شرع میں اذان سے مقصودِ اصلی اوقاتِ نماز کے دخول کی اطلاع دینا ہے۔پھر یہ تمام ممالک اور بڑے شہروں کے اطراف میں شعائرِ اسلام کا درجہ پاچکی ہے، تو دخول وقت کی اطلاع اور اس کے قول کی مقبولیت کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قائل مسلمان، عاقل، بالغ اور عادل ہو۔اگر مؤذن ان صفات کے ساتھ متصف ہوا، تو اس کی اذان درست ہے اور اگر ان صفات سے متصف نہ ہو، تو (نماز وروزہ وغیرہ کے سلسلے میں) اعتماد کرنے کے اعتبار سے یہ اذان درست نہیں۔البتہ اس لحاظ سے کہ یہ ان شعار میں سے ہے، جو تمام شہر والوں کو گناہ سے بچاتی ہے، ناسمجھ بچے کے علاوہ ہر کسی

کی صحیح ہوگی۔لھذا اصح یہ ہے کہ ان تمام کی اذان کالوٹانا مستحب ہے،جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ذکرکیا۔'' (باب الاذان)

۞ کیا آپ کومعلوم ہے کہ

''مسجد میں اذان دینا ناجائز وبےادبی ہے۔''

امام اہل سنت ،اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) مسجد میں اذان کے عدم جواز کے دلائل ارشادفرماتے ہوئے لکھتے ہیں،

''(i)مسجد میں اذان دینے کو''بدعتِ حسنہ'' قراردینا محض باطل وبےاصل ہے۔کیونکہ بدعتِ حسنہ،سنت کونہیں بدلاکرتی ،جب کہ اس نے سنت کوبدل دیا۔

(ii)مسجد میں اذان دینی مسجدودربارِالٰہی کی گستاخی وبےادبی ہے۔علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ادب کے معاملے میں اس طریقے کا اعتبار ہوتا ہے، جومشاہدہ کرنے والوں میں معروف ہو۔فتح القدیر میں ہے،

''**یحال علی المعھود من وضعھا حال قصدالتعظیم فی القیام والمعھود فی الشاھد منه تحت السرۃ** ۔یعنی قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرھم کے سامنے ہاتھ زیرناف باندھ کرکھڑے ہونے کا دستور ہے،اسی دستورکانماز میں لحاظ رکھ کرزیرناف باندھیں گے۔''

اب دیکھ لیجئے کہ درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے،کیا عین دربارمیں کھڑے ہوکرچوبدارچلاتا ہے کہ''درباریو!چلو۔''...ہرگزنہیں۔بلکہ اگرایسا کرے ،تو بےادب وگستاخ ہے۔جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں،وہ یہی

کچہریاں (یعنی عدالتیں) دیکھ لے، **مُدَّعِی، مُدَّعٰی عَلَیْہ** گواہوں کو حاضر کرنے کے لئے کمرۂ عدالت کے اندر سے ہی پکارا جاتا ہے.. یا.. باہر سے؟...اگر چوکیدار کمرے میں ہی کھڑا ہو کر حاضری کے لئے پکارے، چلائے، تو بے ادب و گستاخ قرار دے کر نہ نکالا جائے گا؟...افسوس! جو بات ایک منصف یا جج کی عدالت میں نہیں کرسکتے، احکم الحاکمین جل جلالہ کے دربار میں جائز رکھتے ہیں۔

(iii) مسجد میں چلانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے یہ ممانعت ذکر الٰہی کو بھی عام رکھی، جب تک کہ شارع علیہ السلام سے اس کا ثبوت نہ ہو۔ درمختار میں ہے،

"یحرم فیه ای المسجد السوال ویکره الاعطاء ورفع صوت بذکر الا للمتفقهة۔ مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔"

(آخر باب مایفسد الصلوۃ)

جب ذکر کی ممانعت فرمائی گئی، تو اذان بدرجہ اولیٰ منع ہوگی کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں۔

(iv) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم ارشاد فرمایا کہ جس کے لئے مسجد کی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، **"من سمع رجلاً ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردها الله علیک فان**

المساجد لم تبن لهذا۔ یعنی جو شخص گمی ہوئی چیز کو مسجد میں تلاش کرے، تو چاہیئے کہ اس سے کہو کہ ''اللہ عزوجل تیری گمی ہوئی چیز تجھے نہ ملائے، کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔'' (کتاب المساجد۔ باب النہی عن نشد الضالۃ)

مذکورہ حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا۔ درمختار میں ہے،

''**کرہ انشاد الضالة**۔ یعنی مسجد میں گمشدہ چیز کی تلاش مکروہ ہے۔'' (آخر باب مایفسد الصلوۃ.....)۔

چنانچہ اگر کسی کا قرآن پاک گم ہوگیا اور وہ تلاوت کے لئے ڈھونڈتا اور مسجد میں پوچھتا ہے، تو اسے بھی یہی جواب دیا جائے گا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔

پس اگر مسجد، اذان دینے کے لئے بھی بنی ہوتی، تو رسول اللہ (ﷺ) ضرور مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے.. یا.. کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے۔ مسجد جس کام کے لئے بنی ہو، زمانہ اقدس میں اسی کام کا مسجد میں نہ ہونا کبھی ثابت نہ ہو، عقل اس کو کیسے تسلیم کرسکتی ہے؟.... وجہ وہی ہے کہ اذان، دربارِ الٰہی میں حاضری کی اطلاع کے لئے ہے اور دربار، حاضری کے لئے آواز لگانے کے لئے نہیں بنایا جاتا۔

(۷) رسول اللہ (ﷺ) کی عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے، تاکہ اس کا وجوب نہ ثابت ہو اور ترک کا جواز بھی معلوم ہو جائے۔ اسی لئے علماء نے سنت کی تعریف میں ''**مَعَ التَّرکِ اَحیَاناً**'' کو معتبر مانا یعنی ہمیشہ کیا، لیکن کبھی کبھی ترک بھی فرمایا۔ اور یہاں اصلاً ایک بار بھی ثابت نہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، جو اس کا دعویٰ کرے، ثبوت دے۔

(vi) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا، عبارتیں اصل فتویٰ میں گزریں۔ اور احناف کے یہاں مطلق کراہت سے اکثر کراہتِ تحریم مراد ہوتی ہے، جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو۔ اور زیر بحث مسئلے میں مکروہِ تحریمی کے خلاف پر دلیل درکنار، اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ ''یہ دربارِ الٰہی کی گستاخی ہے۔''

ان تمام وجوہ پر نظر انصاف سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوگا کہ مسجد کے اندر اذان دینا، بدعتِ سیئہ ہے، حسنہ ہرگز نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد۵۔ صفحہ۴۱۱)

✿ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کھانے سے قبل تربوز کھانا پیٹ کو صاف اور بیماری کو دور کرنے کا سبب ہے۔''

رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں،

''اَلْبِطِّیخُ قَبْلَ الطَّعَامِ یَغْسِلُ الْبَطْنَ غَسْلاً وَیَذْھَبُ بِالدَّاءِ اَصْلاً۔ یعنی کھانے سے پہلے تربوز کھانا، پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے مٹا دیتا ہے۔'' (موضوعات ملا علی قاری۔ حدیث بطیخ قبل الطعام)

یہ حدیث گو کہ موضوعاتِ ملا علی قاری میں نقل کی گئی ہے، لیکن موضوع (یعنی اپنی جانب سے بنائی ہوئی) نہیں، کیونکہ آپ، اس حدیث کے متعلق ابن عساکر کا قول ''شاذ لایصح۔ یعنی یہ شاذ ہے، صحیح نہیں۔'' نقل کر کے فرماتے ہیں،

''ھو یفیدانہ غیر موضوع کما لایخفی۔ یعنی ابن عساکر کا قول بتا

رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔''

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''رائج شدہ وکالت کا پیشہ قطعی حرام ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''وکالت جس طرح رائج ہے کہ حق کو ناحق، ناحق کو حق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر سچ بولنا چاہے، تو کہتے ہیں، ''اگر سچ کہو گے، تمہارا مقدمہ سرسبز نہ ہوگا۔'' جھوٹی گواہیاں دلواتے ہیں، جھوٹے حلف اٹھواتے ہیں، قطعی حرام ہے۔

اور آج کل ایسی ہی وکالت فروغ پا سکتی ہے۔ وہ جو کامل تحقیقات کے بعد جسے حق پر جان لے، صرف اسی کی وکالت کرے، محض بطورِ حق کرے، جھوٹ بولنے یا بلوانے سے پرہیز کرے، اس کی وکالت اس زمانے میں اصلاً نہیں چل سکتی۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۹۔ صفحہ ۹۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ہمزاد، شیاطین کی اقسام میں سے ہے، اسے قابو میں کرنا کبھی حرام قطعی اور اکثر صورتوں میں کفر ہے۔''

اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ،

''ہمزاد از قسم شیاطین ہے۔ وہ شیطان کہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، مطلقاً کافر، ملعونِ ابدی ہے۔ سوا اس کے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ صحبتِ برکتِ اقدس سے مسلمان ہو گیا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں،

''مَامِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍاِلَّاوَقَدْ وُکِّلَ بِہٖ قَرِیْنُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِیْنُہٗ مِنَ الْمَلاَئِکَۃِ قَالُوْاوَاِیَّاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِیَّایَ اِلَّااَنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ فَاَسْلَمَ فَلاَیَاْمُرُنِیْ اِلَّابِخَیْرٍ ۔یعنی تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے ساتھ ایک ہمزاد جن اور ایک ہمزاد فرشتہ نہ ہو۔''لوگوں نے عرض کی،''کیا آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے؟''...فرمایا،''ہاں میرے ساتھ بھی ہے،لیکن اللہ عزوجل نے میری مدد فرمائی، چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا ہے اور سوائے بھلائی کے مجھے کوئی مشورہ نہیں دیتا۔''
(مسلم۔کتاب الصفۃ المنافقین)

اسی طرح بزار نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ

''فُضِّلْتُ عَلَی الاَنْبِیَاءِ بِخَصْلَتَیْنِ کَانَ شَیْطَانِیْ کَافِرًافَاَعَانَنِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ حَتّٰی اَسْلَمَ ۔یعنی مجھے دوسرے انبیاء کرام (علیہم السلام) پر دو خصلتوں میں فضیلت سے نوازا گیا ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا،پس اللہ عزوجل نے اس کے خلاف میری امداد فرمائی، یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا۔''

(کشف الاستارعن زوائد البزار۔حدیث ۲۴۳۸)

اگر اس کو خبیث ارواح سے مدد لیتے ہوئے کسی منتر یا عمل سے قابو کرنا مقصود ہو،تو حرام قطعی ہے، بلکہ اکثر صورتوں میں کفر ہے کہ ان کی خوشامد،تعریفوں اور ان کے پسند کے کاموں کے ارتکاب کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔

اور اگر فرشتوں اور روحانی عملیات کے ذریعے تسخیر مطلوب ہو،تو یہ اگرچہ شان وشوکت ورعب ودبدبے کے ساتھ ہوتی ہے،لیکن جو رعب ودبدبہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو اس دعا یعنی،

''وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۔ یعنی مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔'' (پ ۲۳۔ص۔۳۵)

کی اجابت کی صورت میں حاصل تھا اور جسے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا،

''وَمَنْ یَّزِغْ مِنْھُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْہُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ۔ اور ان (جنوں) میں، جو ہمارے حکم سے پھرے (اور سلیمان علیہ السلام کی فرمانبرداری نہ کرے) ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔'' (پ۲۲۔سبا۔۱۲)

تو یہ ہر ایک کو کہاں نصیب ہوسکتا ہے؟.... نیز کافر شیطان سے ہم مجلس رہنا ،کم ازکم احوال صادقہ میں تغیر اور غفلت وظلمت میں اضافے کا سبب تو ضرور بنتا ہے۔حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابن عربی (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ

''کم ازکم وہ ضرر کہ صحبتِ جن سے حاصل ہوتا ہے، یہ ہے کہ انسان متکبر ہوجاتا ہے۔''...

چنانچہ راہِ سلامت یہی ہے کہ اس سے دوری واجنبیت اختیار کی جائے۔ مقام توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس دعا کا حکم فرمائے کہ

''وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ☆ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ۔ یعنی اور تم عرض کرو کہ اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔'' (پ۱۸۔المؤمنون۔۹۸)

اور یہاں حاضر ہو جا، حاضر ہو جا کی رٹ لگائی جائے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ

(ماخوذ از فتاوی رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۸)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''آسیب، بھوت اور چڑیل کا وجود ہے، جبکہ سر پر شہید کی سواری آنے کی کچھ حقیقت نہیں، بلکہ یہ جنوں اور ناپاک روحوں کا کارنامہ ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے سوال ہوا کہ

''آسیب، بھوت، چڑیل وشہید وغیرہ جو مشہور ہیں، صحیح ہیں یا غلط؟...

آپ نے جواباً فرمایا،

''ہاں جن اور ناپاک روحیں مرد وعورت، احادیث سے ثابت ہیں اور وہ اکثر ناپاک موقعوں پر ہوتی ہیں۔انہیں سے پناہ کے لئے استنجاء خانے جانے سے پہلے یہ دعا پڑھنا وارد ہوا،

''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔یعنی میں گندی اور ناپاک چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' (مسند امام احمد بن حنبل۔عن انس رضی اللہ عنہ)

یہ سخت جھوٹے کذاب ہوتے ہیں، اپنا نام کبھی شہید بتاتے ہیں اور کبھی کچھ۔اس وجہ سے بے عقل جاہلوں میں ''شہیدوں کا سر پر آنا'' مشہور ہو گیا، ورنہ شہداء کرام ایسی خبیث حرکات سے پاک وصاف ہوتے ہیں۔''

(ماخوذ از فتاوی رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۸)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''سب سے پہلے حضرت آدم (علیہ السلام) کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی تھی، لیکن اسلام میں حکمِ نمازِ جنازہ، ہجرت کے بعد نازل ہوا تھا۔''

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

''نمازِ جنازہ کی ابتداء حضرت آدم (علیہ السلام) کے دور سے ہے۔ حاکم نے مستدرک اور طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا کہ

''اخر ما کبر النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) علی الجنازۃ اربع تکبیرات وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر ابن عمر علی عمر اربعا وکبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی اربعا وکبرت الملائکۃ علی ادم اربعا۔ یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنازہ پر جو آخری عمر مبارک میں تکبیرات کہیں، وہ چار تھیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے، حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے، حضرت حسین بن علی نے حضرتِ حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اور فرشتوں نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے جنازے پر چار تکبیرات کہیں۔'' (التکبیر علی الجنائز اربع)

اور اسلام میں وجوبِ نمازِ جنازہ کا حکم، مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ امام واقدی نے حضرت ام المؤمنین سیدہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں حضرت حکیم بن حزام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا کہ

''انھا توفیت سنة عشر من البعثة بعد خروج بنی هاشم من الشعب و دفنت بالحجون و نزل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فی حفرتها ولم تکن شرعة الصلاة علی الجنائز۔ یعنی سیدہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا وصال، بعثت (یعنی اعلان نبوت) کے دسویں سال، شعبِ ابی طالب سے خروج کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازے کا حکم نہ تھا۔''

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ ترجمۃ خدیجہ بنت خویلد)

اور امام ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اصابہ میں حضرت اسعد بن زرارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

''انه مات علی راس تسعة اشهر من الهجرة رواه الحاكم فی المستدرک وقال الواقدی كان ذلک فی شوال قال البغوی بلغنی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة وانه اول میت صلی علی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یعنی حضرت اسعد بن زرارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا وصال ہجرت کے بعد، نویں مہینے کے آخر میں ہوا۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور واقدی نے کہا کہ یہ شوال کا مہینہ تھا۔ بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی، جس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔''

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ ترجمۃ اسعد بن زرارہ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو پانی رحمتِ کونین (ﷺ) کے دستِ پر انوار کی انگلیوں سے بطورِ معجزہ جاری ہوا، دنیا وآخرت کے سب پانیوں سے بالاتفاق افضل واعلیٰ ہے۔لیکن آبِ زم زم اور آبِ کوثر کی باہم افضلیت میں اختلاف ہے۔''

چنانچہ،

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا فرمان ہے کہ

''زم زم افضل ہے، کیونکہ شبِ معراج کی رات فرشتوں نے رسول اللہ (ﷺ) کے قلبِ پرنور کو اسی پانی سے دھویا تھا، حالانکہ وہ آبِ کوثر لا سکتے تھے۔اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر اپنے محبوب (ﷺ) کے لئے افضل امور کو ہی اختیار فرمایا۔لھذا زم زم، آبِ کوثر سے افضل ہے۔

اس پر اعتراض وارد ہوا کہ زم زم تو سیدنا اسمٰعیل (علیہ السلام) کو عطا ہوا، جب کہ آبِ کوثر ہمارے پیارے آقا (ﷺ) کو، تو لازم ہے کہ کوثر ہی افضل ہو۔علامہ ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس کا یہ جواب دیا کہ ''ہماری گفتگو دنیا کے بارے میں ہے، آخرت میں بے شک کوثر ہی افضل ہے۔''

اس بارے میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''اس وقت، اس مسئلے کے بارے میں ہمارے علمائے احناف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کی جانب سے کوئی کلام، نظرِ فقیر میں نہیں اور جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا، وہ آبِ کوثر کا افضل ہونا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ افضل کے دو معنی ہیں۔

(1) پہلا معنی ،ثواب حاصل ہونے ..یا..اس پر ثواب مرتب ہونے کے اعتبار سے۔ان میں سے پہلا جزء مسلمان عاقل و بالغ کے لئے ثابت ہوسکتا ہے، کیونکہ انسان ثواب کے حصول کے اعتبار سے ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔اور دوسرا جزء، اعمال کے لئے ثابت ہوگا، کیونکہ ثواب مرتب ہونے کے اعتبار سے اعمال ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔

غور کیا جائے ،تو معنی افضل کی یہ دونوں صورتیں زم زم وکوثر میں نہیں پائی جاسکتیں۔

اور بالفرض اگر لین دین کے اعتبار سے افضل والا متعین کیا جائے ،تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے، چنانچہ زم زم وکوثر میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا۔

اور نہ سید الانبیاء (ﷺ) کو ملنے والے ثواب کے اعتبار سے زم زم کے لئے افضلیت کا معنی متعین کیا جاسکتا ہے۔یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک سے قلبِ مبارک کو دھونے میں رحمتِ عالم (ﷺ) کے لئے زیادہ ثواب ہے۔

اور... (2) دوسرا معنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظمتِ شان اور رفعتِ مقام کے اعتبار سے۔اس معنی کے لحاظ سے امام بلقینی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی بات یعنی

"زم زم افضل ہے ،کیونکہ شبِ معراج کی رات فرشتوں نے رسول اللہ (ﷺ) کے قلبِ پرنور کو اسی پانی سے دھویا تھا، حالانکہ وہ آبِ کوثر لا سکتے تھے۔

اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر اپنے محبوب

(ﷺ) کے لئے افضل امور کو ہی اختیار فرمایا۔لھذا زم زم، آبِ کوثر سے افضل ہے۔''

تب ہی صحیح ہوسکتی ہے کہ ہم سید الکونین (ﷺ) کے قلبِ مبارک کو آب زم زم سے دھونے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حصول میں دونوں پانی یعنی زم زم اور کوثر برابر ہیں، اس کے باجود اللہ عزوجل نے زم زم کو پسند فرمایا، چنانچہ زم زم افضل ہوا۔

اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے، تو اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ زم زم، کوثر سے ہر لحاظ سے افضل واعلیٰ ہے۔

دوسرے یہ کہ رحمتِ عالم (ﷺ) کو کسی دوسری شے سے شرف حاصل نہیں ہوا، بلکہ دوسروں نے آپ سے عزت وبزرگی پائی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے، سیدِ عالم (ﷺ) کی رحمت سے نوازتا ہے، تاکہ اس کو فضیلت عطا فرمائے۔جیسا کہ آپ کی ولادتِ پاک کے لئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو، جمعہ کے بجائے، پیر کو اور کعبۃ اللہ کے بجائے، آپ کی جائے ولادت کو شرف بخشا۔

اور علامہ ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے زم زم کی فضیلت کے بارے میں جو فرمایا کہ'' (زم زم، کوثر سے افضل ہے، کیونکہ) ہماری گفتگو دنیا کے بارے میں ہے، آخرت میں بے شک کوثر ہی افضل ہے۔'' درست نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ یہاں فضیلت سے قدر وفخر کی عظمت وسربلندی مراد ہے۔اور فضیلت کا یہ معنی دنیا وآخرت کے لحاظ سے تبدیل نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں تو ایک چیز، دوسری کے مقابلے میں زیادہ قدر

ومنزلت والی ہو اور جب آخرت برپا ہو، تو معاملہ الٹا ہو جائے۔ بلکہ آخرت میں بارگاہِ الٰہی میں وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی، جو دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔

اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی، وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو ذاتی طور پر افضل ہوگی، وہ ہر جگہ افضل ہوگی۔ اور جب علامہ ابن حجر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کر لیا، تو ضروری ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو۔

اور کیوں نہ ہو کہ زم زم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا..اور..آخرت کا درجہ بڑا ہے۔

نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے۔ حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

''یَغُتُّ فِیهِ مِیزَابَانِ یَمُدَّانِهِ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُهُمَامِنْ ذَهَبٍ وَالآخَرُمِنْ فِضَّةٍ۔ یعنی کوثر میں دو میزاب (یعنی پرنالے) گرتے ہیں، دونوں جنت سے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔''

(مسلم۔ کتاب الفضائل)

اور مزید ارشاد فرمایا،

''اَلاَاِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ اَلاَاِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ۔ یعنی غور سے سنو! اللہ عزوجل کا سامان گراں قیمت والا ہے۔ غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ کا سامان، جنت ہے۔'' (ترمذی۔ باب من ابواب القیمۃ)

پھر کوثر ، امتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے وہاں زیادہ نفع بخش ہے ، کیونکہ جو بھی اسے پئے گا ، کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ پڑے گا۔

اور بے شک ، اللہ تعالیٰ نے افضل الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حوض کوثر کی عطا کا بطورِ احسان ذکر فرمایا ہے ، لھذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بتصرف ما۔ جلد ۳۔ صفحہ ۲۴۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''شیطان خواب میں ہمارے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا۔''

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ،

''مَنْ رَّآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لاَ یَتَمَثَّلُ بِیْ ۔ یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار کر کے نہیں آسکتا۔'' (ترمذی۔ باب ماجاء فی قول النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ...)

اور حضرت قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ،

''مَنْ رَّآنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لاَ یَتَکَوَّنُنِیْ ۔ یعنی جس نے مجھے (خواب میں دیکھا) اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع اختیار نہیں کرسکتا۔'' (بخاری۔ باب من رأی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فی المنام ...)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر کسی نے خواب میں نبی پاک (ﷺ) کو کوئی خلافِ شرع حکم دیتے سنا، تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے، اس پر ہرگز عمل نہ کرے۔''

چونکہ حالتِ خواب میں انسان کے ہوش و حواس، حالتِ بیداری کی مثل نہیں ہوتے، لھذا خواب میں سنی گئی بات، حالتِ بیدار میں سنی گئی بات کی طرح یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔

چنانچہ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ

''خواب میں رحمتِ کونین (ﷺ) کی جانب سے جو کچھ سنیں، اسے ان ارشادات کی روشنی میں پرکھیں کہ جو بیداری میں، سید الانبیاء (ﷺ) سے ثابت ہو چکے۔

اگر ان کے مخالف نہیں، تو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ خواب والا ارشاد، بیداری والے ارشادات سے سو فیصد مطابقت رکھتا ہو، بلکہ اگر مفہوم و مقصود کے اعتبار سے ایک ہی محسوس ہوں، چاہے الفاظ میں ردو بدل نظر آئے، تب بھی کافی ہے۔

اور اگر حکمِ خواب، ارشاداتِ بیداری کے مخالف ثابت ہو، تو یقینی طور پر یہی کہا جائے گا کہ صاحبِ خواب کے سننے میں فرق ہوا ہے۔ یعنی حبیبِ کبریا (ﷺ) نے حق فرمایا، لیکن حواس کے اثرِ خواب کی بناء پر مکدر ہونے کی وجہ سے سننے میں غلطی واقع ہوئی۔ جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ رحمتِ کونین (ﷺ) (معاذ

اللہ) اسے شراب نوشی کا حکم دے رہے ہیں۔امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا۔آپ نے ارشاد فرمایا،

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجھے شراب پینے سے روکا ہے، تیرے سننے میں الٹا آیا۔''

اور یہ بھی یادرکھا جائے کہ اس معاملے میں فاسق و متقی برابر ہیں۔ چنانچہ نہ تو متقی کا خواب میں کسی حکم کا سننا، اس حکم کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی فاسق کا بیان یقینی طور پر جھوٹا، بلکہ ضابطہ یہی ہے، جو مذکور ہوا۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۵۔صفحہ۱۰۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''باعتبارِ گناہ' نامہ اعمال تین قسم کے ہیں۔ایک کی بخشش نہیں، دوسرے کی اللہ عزوجل کو پرواہ نہیں اور تیسرے میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ چھوڑے گا۔''

اس کی تفصیل اس حدیث پاک میں ہے، جسے سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

''اَلدَّوَاوِیْنُ ثَلٰثَۃٌ فَدِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ مِنْہُ شَیْئًا وَدِیْوَانٌ لَایَعْبَؤُ اللّٰہُ بِہٖ شَیْئًا وَدِیْوَانٌ لَایَتْرُکُ اللّٰہُ مِنْہُ شَیْئًا فَاَمَّا الدِّیْوَانُ الَّذِیْ لَایَغْفِرُ اللّٰہُ مِنْہُ شَیْئًا فَالْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَاَمَّا الدِّیْوَانُ الَّذِیْ لَایَعْبَؤُ اللّٰہُ بِہٖ شَیْئًا فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَہٗ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَبِّہٖ مِنْ صَوْمٍ

یَوْمٍ تَرَکَہُ اَوْصَلاَ ۃٍ تَرَکَھَافَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَغْفِرُ ذٰلِکَ وَاِنْ شَاءَ یَتَجَاوَزُوَاَمَّاالدِّیْوَانُ اَلَّذِیْ لاَیَتْرُکُ اللّٰہُ مِنْہُ شَیْئًافَمَظَالِمُ الْعِبَادِ بَیْنَھُمُ الْقِصَاصُ لاَمَحَالَۃَ ۔یعنی رجسٹر تین قسم کے ہیں۔ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ رجسٹر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا، رجسٹر کفر ہے یعنی جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا گناہ درج ہو..اور..وہ جس کی اللہ عزوجل کو کوئی پرواہ نہیں، وہ بندے کا کسی ایسے معاملے میں اپنی جان پر ظلم کرنا ہے، جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہو، جیسے اس نے کسی دن کا روزہ ترک کیا یا نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا اور چاہے تو اس سے درگزر فرمائے گا..اور..وہ جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا، وہ حقوق العباد ہیں، ان میں لازمی طور پر بدلہ ہوگا۔''

(مسند امام احمد بن حنبل۔ باقی مسند الانصار)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''خودکشی کرنا اگرچہ حرام ہے، لیکن اس سے مسلمان، کافر نہیں ہوتا، لھذا ایسے شخص کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔''

درمختار میں ہے،

''من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى ۔یعنی جو اپنے آپ کو قتل کرے، خواہ جان بوجھ کر، اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز پڑھی جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے۔'' (باب صلوۃ الجنازۃ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''تجارت، تبلیغ دین اور گھر والوں سے ملنے وغیرھا کی غرض سے، ملک سے باہر جانے کے لئے، پاسپورٹ بنوانے کے لئے تصویر کھنچوانا، بعض صورتوں میں قابل گرفت اور بعض میں نا قابل گرفت ہے۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

''اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ذی روح کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے۔ اگر چہ فقط اوپر والے نصف دھڑ کی، بلکہ صرف چہرے کی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر چہ انکے پاس رکھنے میں اختلاف ہے۔ لیکن صحیح اور اعتماد شدہ یہ ہے کہ ان کا پاس رکھنا بھی اسی طرح حرام ہے، جیسا پوری تصویر رکھنا۔

لیکن مقاماتِ ضرورت، حکم حرمت سے خارج ہوتے ہیں۔ کیونکہ ضابطہ ہے کہ

''الضرورات تبیح المحظورات ۔یعنی ضرورتیں، ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔'' (الاشباہ والنظائر ۔الفن الاول ۔القاعدۃ الخامسۃ)

نیز شریعت، واضح حرج، ضرورت اور مشقتِ شدیدہ کا بھی لحاظ فرماتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔یعنی اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔'' (پ ۱۷ ۔الحج ۔۷۸)

اور ارشاد فرمایا

"یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔" (پ۲۔البقرۃ۔۱۸۵)

ہاں اگر ضرورت متحقق نہ ہو، تو فقط منفعت حاصل کرنے کے لئے کوئی ممنوع مباح نہیں ہوسکتا۔ مثلاً جائز نوکری تیس روپے ماہوار کی ملتی ہو اور ناجائز ڈیڑھ سو روپے مہینہ کی، تو اس ایک سو بیس روپے ماہانہ نفع کے لئے ناجائز کا اختیار کرنا حرام ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے،

"رجل اجر نفسه من النصاری لضرب الناقوس کل یوم بخمسة دراهم ویعطی فی عمل اخر کل یوم درهم علیه ان یطلب من موضع اخر۔ یعنی ایک شخص نے عیسائیوں کے ہاں اجرت پر بگل بجانے کی ملازمت اختیار کی، اس شرط پر کہ اسے یومیہ پانچ درھم ملیں گے اور کسی دوسرے (جائز) کام پر ہر روز ایک درھم دیا جائے گا، تو اس پر لازم ہے کہ کسی دوسری جگہ سے ہی رزق حاصل کرے۔" (کتاب الحظر والاباحۃ)

تصویر کھنچوانے میں گناہ، تصویر کھینچنے والے کے گناہ میں مددگار بننے کی بناء پر متحقق ہوتا ہے۔ پھر اگر بخوشی کھنچوائی، تو بلاشبہ خود کھینچنے کی ہی مثل ہے۔ یونہی اگر کھنچوانا مقصود نہیں، بلکہ کوئی دوسرا مقصدِ مباح پیش نظر ہے، مثلاً کوئی جائز سفر، لیکن اس کے لئے قانوناً تصویر دینی ہوگی، تو اگر وہ مقصد، ضرورت وحاجتِ صحیحہ وضرر ومشقتِ شدیدہ تک نہ پہنچا، جب بھی ناجائز کہ منفعت کے لئے ناجائز، جائز نہیں ہوسکتا۔

اور اگر واقعی کسی حاجتِ شدیدہ میں مبتلاء ہے اور نہ جانے میں حرج شدید نظر آتا ہے، تو ایسی صورت میں تصویر کھنچوانے والے فعل کی حرمت، فقط کھینچنے والے تک ہی منحصر رہے گی یعنی فقط وہی گناہ گار ہوگا، کھنچوانا والا اس حرمتِ فعل سے بری اور اپنے اوپر سے دفع حرج وضرر کا قصد کرنے والا ہونے کی بناء پر ''وَلاَ تَزِرُوَازِرَةٌ وِّزْرَاُخْرٰی ۔یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والی جان، دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔'' (پ۸۔الاعراف۔۱۶۴)...... کے تحت داخل ہوگا۔

اور....

''اِنَّمَاالاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَالِكُلِّ امْرِئٍ مَّانَوٰى ۔یعنی محض اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے، جس کا اس نے ارادہ کیا۔'' (بخاری۔باب کیف کان بدء الوحی....الخ)

کا فائدہ حاصل کرتا ہے۔فتح القدیر میں ہے،

''ماذکرانه لايتوصل الى الحج الابارشائهم فتكون الطاعة سبب المعصية فيه نظربل الا ثم فى مثله على الأخذلاالمعطى على ماعرف من تقسيم الرشوة فى كتاب القضاء ۔جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ہے کہ ادائیگیِ حج کا، سوائے رشوت دینے کے اور کوئی ذریعہ نہیں، تو پھر (اس صورت میں) طاعت، گناہ کا سبب ہو جائے گی۔اس پر اعتراض واشکال ہے اور وہ یہ کہ اس نوع کے مسائل میں رشوت کا گناہ لینے والے پر ہوگا، نہ کہ دینے والے پر۔جیسا کہ کتاب القضاء میں ''تقسیم رشوت'' کے عنوان سے معلوم ہوا۔'' (کتاب الحج۔مقدمۃ یکرہ الخروج الی الحج)

اہل وعیال کے پاس جانے ..یا..انہیں لانے کی ضرورت بے شک ضرورت وحاجتِ صحیحہ میں داخل ہے۔رحمتِ کونین (ﷺ) کی شریعتِ مبارکہ ہرگز اس چیز کا حکم نہ کرے گی کہ

"تصویر منع ہے،تم یہیں رہواور انہیں سمندر پار پڑا رہنے دو کہ نہ تم ان کی موت وحیات میں شریک ہوسکواور نہ وہ تمہاری۔"

تجارت اگر پہلے سے وہاں تھی اور اب اسے ختم کر کے مال یہاں لانے کے لئے فقط ایک بار جانا ہوگا کہ اگر نہ جائے ،تو مال ضائع ہوجائے گا،تو یہ بھی صورتِ اجازت ہے کہ شرع میں مال،نفس کا ایک حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

"اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَاماً ۔تمہارے وہ مال کہ جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے۔" (پ۴۔النساء۔۵)

اور اگر تجارت قائم کرنا مقصود ہے،مگر جانا صرف ایک ہی بار ہوگا،اس طرح کہ وہیں مستقل رہائش رکھنے کا ارادہ ہے..یا..بار بار جانا پڑے گا،لیکن تصویر فقط پہلی ہی بار لی جائے گی،تو یہ بھی جوازی صورت ہے کہ ایک بار جانے سے چارہ نہیں۔

اور اگر ہر بار تصویر دینی ہوگی،تو دو صورتیں ہیں۔

(۱)اس کے پاس ذریعۂ رزق فقط وہی تجارت ہے اور وہ تجارت صرف وہیں چلتی ہے،اگر مال یہاں اٹھالائے،ضائع جائے..یا..نقصان شدید اٹھائے،تو یہ بھی حرج وضرر کی صورت میں آگیااور حرج،آسانی عطا کرنے کے ذریعے،من جانب اللہ دور کیا گیا ہے۔

(۲) تجارت ختم کرنے میں کوئی قابل ذکر نقصان نہ ہوگا.. یا.. وہ تجارت یہاں بھی چلے گی، اگرچہ نفع وہاں کے مقابلے میں کچھ کم ملے گا، تو کاروبار سمیٹنے کی غرض سے صرف ایک بار جانے کی اجازت ہوگی، دوبارہ کی نہیں، کہ فقط منفعت کے لئے کسی ممنوع شرعی کو جائز قرار دینے کا ارتکاب، ممنوع ہے، جیسا کہ ماقبل ذکر کیا گیا۔

اگر تبلیغ دین کی غرض سے جانے کا قصد ہو، تو اس سلسلے میں تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) اگر کچھ کافروں نے وہاں سے لکھا کہ ''ہم تمہارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہوں گے، ہمیں آکر مسلمان کرلو۔''.. تو لازم ہے کہ جائے کہ اس کے لئے فرض نماز کی نیت توڑ دینا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے،

''**لوقال ذمی للمسلم اعرض علیّ الاسلام یقطع وان کان فی الفرض** ۔اگر کسی ذمی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کرو، تو (اس مسلمان کو چاہیئے کہ) نیت توڑ دے؛ اگرچہ فرض نماز میں ہو۔'' (الصنف الخامس۔ بحث آفات الید)

(۲) وہاں کچھ کفار اسلام کی جانب مائل ہیں، کوئی ہدایت کرنے والا ہو، تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے، تو اس صورت میں بھی اجازت ہوگی۔ کیونکہ ظن غالب، یقین کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ بلکہ اس مقام پر جانے کا حکم وجوبی ہونا چاہیئے، کیونکہ ایسے مواقع پر تاخیر جائز نہیں، کیا معلوم دیر کرنے میں شیطان اپنا کام کر جائے اور ان کا یہ ارادہ جاتا رہے۔

اور یہاں اس خیال کی کوئی حیثیت نہیں کہ ''اس کام کے لئے کچھ میں ہی تو

متعین نہیں۔'' کیونکہ اگر ہر ایک یہی خیال کرے، تو کوئی نہ جائے گا۔

(۳) ان میں سے کچھ بھی نہیں، بلکہ عام کفار کی سی حالت ہے، تو اب یہ صرف منفعت کے درجے میں آ گیا، چنانچہ اس کے لئے بھی اجازت نہ چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوتِ اسلام زمین کے چپے چپے پر پہنچ چکی ہے، یہی وجہ ہے کہ اب کفار سے جہاد کی صورت میں مقابلے سے قبل اسلام کی دعوت دینا فقط مستحب ہے (جب کہ ابتداء میں واجب تھی)۔ ہدایہ میں ہے،

''یستحب ان یدعو من بلغته الدعوة مبالغة فی الانذار و لایجب ذلک۔ جس شخص کو دعوتِ اسلام پہنچ گئی ہو، تو اسے ڈر سنانے میں مبالغہ کرتے ہوئے اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے، واجب نہیں۔'' (کتاب السیر۔ باب کیفیة القتال)

(ماخوذ از فتاوی رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۹۶)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ہمارے مذہبِ اسلام میں مالی جرمانہ منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل حرام ہوتا ہے، چنانچہ ڈیوٹی پر دیر سے آنے.. یا.. اسکول وکالج میں چھٹی کر لینے.. یا.. نماز وغیرہ قضا کر دینے پر مالی جرمانہ (Fine) وصول کرنا حرام ہے۔''

درمختار میں ہے،

''لاباخذ المال فی المذھب۔ یعنی مذہب کی رو سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں۔'' (باب التعزیر)

اسی میں ہے،

''وفی المجتبی انه کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ ۔یعنی اور مجتبی میں ہے کہ وہ (یعنی مالی جرمانہ وصول کرنا) ابتدائے اسلام میں تھا، پھر منسوخ کردیا گیا۔'' (ایضاً)

امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''مالی جرمانہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ (جدید)۔جلد۵۔صفحہ۱۱۵)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مالی جرمانہ، نافذ کرنا حرام ہے، لیکن اگر صرف تنبیہ کی غرض سے پیسہ وصول کیا جائے اور بعد میں واپس کردیں، تو حرج نہیں۔''

ردالمحتار میں ہے،

''وافادفی البزازیة ان معنی التعزیرباخذالمال علی القول به امساک شیء من ماله عند مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه لاان یاخذه الحاکم لنفسه اولبیت المال کمایتوهمه الظلمة اذ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیرسبب شرعی ۔اور بزازیہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر اختیار بھی کیا جائے، تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ اس کا مال کچھ مدت کے لئے روک لینا، تا کہ وہ باز آجائے، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے، نہ یہ کہ حاکم اپنے یا بیت المال کے لئے لے لے، جیسا کہ ظالم لوگوں

نے گمان کیا۔ کیونکہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ شرعی سبب کے بغیر کسی کا مال لے لے۔'' (باب التعزیر)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مالی جرمانہ حرام ہے، لیکن شرعی اجازت کے ساتھ بعض صورتوں میں جائز ہے۔''

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً

(1) اگر کسی ادارے میں طلباء یا کام کرنے والوں کو وضائف (اسکالر شپ) یا بونس دیا جاتا ہو۔ تو اب ان کے کسی قصور پر بطورِ سزا وضائف و بونس روک لینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان کی ملکیت میں موجود کسی چیز کو لینا نہیں، بلکہ کسی شے کو ان کی ملکیت میں جانے سے روکنا ہے۔

(2) اگر کسی ادارے میں طلباء بغیر فیس زیرِ تعلیم ہوں، ان سے غلطی ہو جائے، تو یہ جائز ہے کہ انہیں اگلے دن بغیر فیس کے نہ بیٹھنے دیا جائے۔ اس طرح یہ مالی جرمانہ نہیں، بلکہ فیس کی وصولی کہلائے گی۔

(3) اگر فیس دینے والے طلبہ زیرِ تعلیم ہوں، تو اس مہینے تو قصور سرزد ہونے والے طلبہ سے کچھ نہیں لے سکتے، ہاں اگلے ماہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''سابقہ قصور کی بناء پر آئندہ تمہیں تعلیم نہ دی جائے گی، جب تک کہ اس قدر زائد فیس ادا نہ کرو گے۔'' اس صورت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ، بتدریج منعقد ہوتا ہے۔

(4) یہ صورت بھی ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی چیز اتنی

قیمت پر فروخت کی جائے کہ جتنا جرمانہ کرنا مقصود ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ قلم، ہم نے تم کو سات روپے میں بیچا۔'' نیز ان سے کہہ دیا جائے کہ

''ہم، تم سے یہ بیع قطعی کر رہے ہیں، اس میں کوئی شرط نہیں۔ ہاں ایک وعدہٗ احسانی مزید کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس ماہ کوئی قصور نہ کیا، تو مہینے کے آخر میں اس کی طے شدہ قیمت تمہیں معاف کر دیں گے۔''

اس صورت میں بھی، قصور واقع ہونے کی حالت میں وہ طے شدہ قیمت کل یا بعض ان سے وصول کرنا جائز ہوگا۔

لیکن اس آخری صورت میں دو امور قابل غور ہیں۔

﴿1﴾ طلباء سے بیع ان کی رضامندی کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے، زبردستی جائز نہیں۔ کیونکہ بیع کی تعریف ہی یہ ہے کہ ''**مبادلة المال بالمال بالتراضی**۔ یعنی باہم رضامندی کے ساتھ، مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنا۔''

﴿2﴾ اگر پورے ماہ کوئی قصور واقع نہ ہوا، تو اس چیز کی طے شدہ قیمت حسبِ وعدہ معاف کرنا ہوگی۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۱۲)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو گناہ خفیہ ہو، اسکی توبہ بھی خفیہ طور پر کرنی ہوگی، جب کہ اعلانیہ گناہ کی توبہ، اعلانیہ طور پر کرنا ضروری ہے۔''

مثلاً سب کی نگاہوں سے پوشیدہ اپنے گھر میں چھپ کر گناہ کیا، تو اس کی توبہ بھی پوشیدہ طور پر کرنی ہوگی۔ لیکن اگر سب کے سامنے کسی کفر کا ارتکاب کیا، تو اس کی توبہ

بھی اعلانیہ ہی کرنی ہوگی، کیونکہ

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

''اِذَاعَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَحْدِثْ عِنْدَھَاالتَّوْبَۃَ السِّرَ بِالسِّرِ وَالْعَلَانِیَۃَ بِالْعَلَانِیَۃِ۔ یعنی جب کوئی برائی کا ارتکاب کرے تو توبہ بھی اسی طرح کی جائے یعنی خفیہ گناہ پر خفیہ اور علانیہ گناہ پر علانیہ توبہ۔'' (کنز العمال۔ حدیث ۱۰۱۸۰)

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) مذکورہ صورت میں اعلانیہ توبہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''اس سلسلے میں مختصراً تحقیق حق یہ ہے کہ جو گناہ مخلوق پر ظاہر ہو، تو جیسے خود اس شخص کے لئے دو تعلق ہیں۔ یعنی

(1) خدا (عزوجل) کے ساتھ کہ اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی، اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عارضی یا دائمی عذاب کا مستحق ہونا ہے۔

(2) مخلوق کے ساتھ کہ اس گناہ کے سبب وہ مسلمانوں میں اپنے گناہ کی نوعیت کے اعتبار سے گناہ گار، ظالم، گمراہ یا کافر ٹھہرتا ہے اور اسی کا اعتبار کرکے وہ اس کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔ مثلاً سلام وکلام وتعظیم اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردینا۔ وغیرھا

اسی طرح اس کی توبہ کے لئے بھی دو رُخ ہیں۔

(i) ایک جانبِ خدا عزوجل۔ اس کا رکن اعظم، صدق دل کے ساتھ اس گناہ

پر ندامت ہے اور فی الحال اس کا ترک کرنا، اس کی علامات کو مٹانا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا، یہ سب سچی پشیمانی کو لازم ہیں۔ اس لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''اَلنَّدمُ تَوبَۃٌ۔ یعنی ندامت، توبہ ہے۔ رواہ احمد وبخاری۔ یعنی وہی سچی ندامت کہ جو باقی ارکان توبہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی کا نام'' تَـوبَۃُ السِّـر '' یعنی پوشیدہ توبہ ہے۔

(ii) دوسرا جانبِ مخلوق۔ کہ جس طرح ان پر گناہ ظاہر ہوا اور اس کے باعث ان کے قلوب میں مرتکبِ خطاء کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی اور ایسے شخص سے معاملات کرنے کے سلسلے میں، اس کے گناہ کے مطابق انہیں احکام دےگئے۔ اسی طرح ان پر اس کی توبہ ورجوع ظاہر ہو، تاکہ ان کے دل اس سے صاف ہو جائیں اور اس حالت کے احکام، درست حالت والے احکام کی جانب رجوع کریں۔ یہ توبہ علانیہ ہے۔

توبہ سر سے تو کوئی گناہ خالی نہیں ہو سکتا، جب کہ اعلانیہ گناہ کے لئے شریعت نے اعلانیہ توبہ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اس حکم میں بکثرت حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

(1) شرع نے آپس میں صلح وصفائی کا حکم دیا ہے۔ گناہ علانیہ میں یہ صلح، علانیہ توبہ پر ہی موقوف ہے۔ کیونکہ جب مسلمان اس کے گناہ پر مطلع ہوئے، تو اگر توبہ سے واقف نہ ہوں گے، تو ان کے قلوب، اس شخص سے ویسے ہی رہیں گے، جیسے قبل توبہ تھے۔

(2) جب اس شخص کو اس گناہ کی بناء پر برا اور قابل نفرت سمجھا جائے گا، تو لوگ اس سے دوری اختیار کریں گے، خاص طور پر بد مذہبی میں گرفتار ہونے والے سے۔ اب یقیناً اس دوری کا خاتمہ بغیر علانیہ توبہ کے ممکن نہ ہوگا۔

(3) جب یہ شخص سچی توبہ کرلے اور رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے، ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ ۔یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' (ابن ماجہ۔کتاب الذھد)... تو مسلمانوں کے اس سے موجودہ معاملات یعنی سلام کلام ترک کرنا وغیرھا بے جا ہو جائیں گے۔ اور انہیں اس بے جا پر یہی شخص ابھارنے والا تھا، لھذا لازم ہوا کہ انہیں مطلع کر دے جیسے کسی کے کپڑوں پر نجاست لگی ہو اور اسے معلوم نہ ہو، تو اسے خبر دینی ضروری ہے۔

(4) علانیہ گناہوں میں اور ان میں سے خاص طور پر بد مذہبی و بے دینی پر مشتمل خطاؤں میں ایک اور سخت آفت کا اندیشہ ہے کہ اگر یہ شخص مر گیا اور مسلمانوں پر اس کی توبہ ظاہر نہ ہوئی اور بد مذہب کی مذمت اس کے مرنے کے بعد بھی جائز، بلکہ کبھی واجب بھی ہوتی ہے، تو مسلمان اسے برا، بد مذہب اور بد دین کہیں گے۔ اور مسلمانوں کی اس گواہی سے اس پر سخت ضرر کا اندیشہ ہے، کیونکہ آسمان پر ملائکہ اور زمین پر مسلمانوں کو بزبانِ حبیبِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف فرما تھے کہ ایک جنازہ گزرا۔ حاضرین نے اس کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''وَجَبَتْ ۔یعنی واجب ہوگئی۔'' پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا، اس کی برائی بیان کی گئی۔ آپ نے پھر فرمایا، ''وَجَبَتْ ۔یعنی واجب ہو

گئی ۔'' حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی،''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا چیز واجب ہوگئی؟''... فرمایا،''ھٰذَا اَثْنَیْتُم عَلَیْهِ خَیْراً فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةَ وَھٰذَا اَثْنَیْتُم عَلَیْهِ شَرّاً فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُھَدَاءُ اللّٰهِ فِی الاَرْضِ ۔یعنی پہلے کی تم نے تعریف کی، تو اس پر جنت واجب ہوگئی اور دوسرے کی مذمت کی، تو اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی، تم زمین پر اللہ عزوجل کے گواہ ہو۔''

(بخاری۔ کتاب الجنائز)

اوراس میں یہ شخص خود قصوروار ہوگا کہ اس نے علانیہ توبہ کرکے ان کے دل صاف نہ کئے۔

﴿5﴾ اور یہ بھی نہ ہو، تو کم از کم یہ تو ہوگا کہ علماء وصلحاء اس کے جنازے وغیرہ میں شرکت نہ کریں گے، اس طرح یہ نیک لوگوں کی شفاعت سے محروم ہوجائے گا، یہ مصیبت کیا کم ہے؟...

﴿6﴾ اصل یہ ہے کہ اعلانیہ گناہ، دوہرا گناہ ہے۔یعنی ایک گناہ اور دوسرا اس کا اعلان۔اور یہ اعلان اس گناہ سے بدتر گناہ ہے۔

رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں کہ

''کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاھِرِیْنَ ۔یعنی میری تمام امت عافیت سے ہے، سوائے ان کے جو اپنا گناہ آشکار کرتے ہیں۔'' (بخاری۔ کتاب الادب)

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ

''لَایَزَالُ الْعَذَابُ مَکْشُوْفاً عَنِ الْعِبَادِ لِمَا

اُسْتَتَرُوْا بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَاِذَا اَعْلَنُوْھَا اسْتَوْجَبُوْا عَذَابَ النَّارِ ۔یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہمیشہ بندوں سے دور رہے گا، جب کہ وہ اللہ کی نافرمانیوں کو چھپائیں گے، پھر جب انہیں اعلانیہ کریں گے، تو عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔''

(الفردوس بماثور الخطاب ۔حدیث ۸۷۵۷)

اور اعلان پر ابھارنے والی چیزیں جرأت وجسارت وسرکشی وبے حیائی ہیں۔اور مرض کا علاج ،ضد سے ہوتا ہے۔چنانچہ جب ایسا شخص مجمع میں اپنی ندامت وپشیمانی ظاہر کرے گا،تو اس سے جو انکساری پیدا ہوگی ،وہ اس سرکشی کی دوا ثابت ہوگی۔

اوپر ذکر کی گئیں اکثر صورتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ جن جن لوگوں کے سامنے اعلانیہ گناہ کیا،ان سب کے سامنے ہی اعلانیہ توبہ واقع ہونی چاہیئے ۔لیکن مخفی نہیں کہ یہ امر توبہ کرنے والے کے لئے انتہائی دشوار اور اسے حرج میں مبتلاء کروا دینے والا ہے اور بحکم قرآن ، بندوں سے حرج کو دور کر دیا گیا ہے۔چنانچہ اس شخص پر ایسے مجمع میں توبہ کرنا لازم ہوگا کہ جو اس مجمع کے مشابہ ہو کہ جس کے سامنے اعلانیہ گناہ کیا تھا۔مثلاً سو کے سامنے گناہ کیا تھا ،تو اتنی ہی یا تھوڑی بہت کم تعداد کے سامنے توبہ کرنی ہوگی۔چنانچہ اگر کسی کونے میں دو تین کے سامنے توبہ کر لی ،تو یقیناً اس کی مشہوری ،گناہ کی مشہوری کی طرح نہ ہوئی ،چنانچہ اعلانیہ توبہ کے مذکورہ مقاصد پورے نہ ہوں گے۔بلکہ غور کریں ،تو جس مرض نے اعلانیہ گناہ پر ابھارا تھا یعنی تکبر وجرأت وسرکشی ،وہی مرض اعلانیہ توبہ کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۲۱۔صفحہ ۱۴۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کے لئے نام اقدس کے ساتھ ''لفظِ میاں'' کا استعمال ممنوع ہے۔''

چونکہ لفظ میاں تین معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(1) آقا۔ (2) شوہر..اور.. (3) عورت اور مرد کے درمیان زناء کا دلال اوران میں سے دو آخری معانی، اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں، لھذا ایسے لفظ کا استعمال کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) ۔جلد۱۴ ۔صفحہ۶۱۴)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''شرعی لحاظ سے جزیرۂ عرب میں کسی کافر کو سال بھر سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں ہے۔''

یعنی حکم شرعی یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو ارضِ عرب کو وطن بنانے اور طویل قیام کی اجازت نہ دی جائے گی۔ کیونکہ سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالیشان ہے،

''**لَایَجْتَمِعُ دِیْنَانِ فِیْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ** ۔یعنی جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔'' (موطا امام مالک۔کتاب الجامع)

فقہاء کرام نے مذکورہ طول قیام کی مدت، ایک سال مقرر فرمائی ہے۔ چنانچہ اگر کفار، ارض عرب میں داخل ہوں اور تجارت وغیرہ کرنا چاہیں، تو آئیں اور یہ امور بجالا کر ایک سال کے اندر اندر چلے جائیں۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''درِمختار'' میں ہے،

''یمنعون من استیطان مکة والمدینة لانهما من ارض العرب قال رسول الله ﷺ لایجتمع فی ارض العرب دینان ولودخل لتجارة جاز ولایطیل۔ان (کفار) کومکہ ومدینہ کووطن بنانے سے روکا جائے گا، کیونکہ یہ دونوں ارضِ عرب میں ہیں۔رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''ارضِ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے۔''اگر یہ تجارت کے لئے داخل ہوں،تو جائز ہے،لیکن طویل مدت نہ رہیں۔'' (کتاب الجہاد۔فصل فی الجزیہ)

درمختار کی شرح ''ردالمحتار'' میں ہے،

''قوله لانهما من ارض العرب افاد ان الحکم غیر مقصور علی مکة والمدینة بل جزیرة العرب کلها کذلک کما عبر به فی الفتح وغیره فیمنع من ان یطیل فیها المکث حتی یتخذ فیها مسکنا لان حالهم فی المقام فی ارض العرب مع التزام الجزیة کحالهم فی غیرها بلا جزیة وهنا لک لایمنعون من التجارة بل من اطالة المقام فکذلک فی ارض العرب شرح السیر وظاهره ان حدالطول سنة۔

صاحبِ درمختار کا قول،''لانهما من ارض العرب (یعنی کیونکہ یہ دونوں ارض عرب میں ہیں)''اس بات کا فائدہ دے رہا ہے کہ یہ حکم فقط مکہ ومدینہ تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ تمام جزیرہ عرب کا یہی حکم ہے۔جیسا کہ فتح وغیرہ مین بیان ہوا ہے۔لھذا ایسی طویل مدت وہاں ٹھہرنے سے منع کیا جائے کہ وہاں رہائش قائم کرلیں۔کیونکہ ان کا جزیرہ عرب میں جزیہ (ٹیکس) کے ساتھ ٹھہرنا ایسا ہی ہے، جیسے دیگر مقام پر بلا جزیہ

(ٹیکس) ٹھہریں۔تو جب انہیں دوسرے مقامات پر تجارت سے منع نہ کیا جائے گا، ہاں طویل قیام سے روکا جائے، تو اسی طرح زمین عرب کا معاملہ ہے۔شرح السیر۔ظاہر یہی ہے کہ طوالتِ مدت کی حد ایک سال ہے۔'' (کتاب الجھاد۔فصل فی الجزیہ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مدینہ منورہ کو'' یَثرِب '' کہنا'' ناجائز وممنوع وگناہ'' ہے۔''

کیونکہ حضرت براء بن عازب (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالیشان ہے،

''مَنْ سَمّٰی الْمَدِیْنَۃَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ ھِیَ طَابَۃٌ ھِیَ طَابَۃٌ۔یعنی جس نے مدینے کا نام یثرب رکھا، تو اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔مدینہ طابہ ہے، مدینہ طابہ ہے۔'' (مسند امام احمد بن حنبل۔........)

علامہ مناوی (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''فتسمیتھا بذالک حرام لان الاستغفار انما ھو عن خطیئۃ۔

یعنی مدینے کا یثرب کے ساتھ نام رکھنا حرام ہے، اس لئے کہ (استغفار کا حکم فرمایا گیا اور) استغفار، محض گناہ سے ہی ہوتی ہے۔'' (التیسیر شرح الجامع الصغیر)

اور علامہ ملا علی قاری (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

''قد حکی عن بعض السلف تحریم تسمیۃ المدینۃ بیثرب۔

یعنی بعض اسلاف سے حکایت کیا گیا ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنا حرام ہے۔''

(مرقاۃ شرح المشکوۃ۔کتاب المناسک)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (قدس سرہ) اس ممانعت کی علتِ عقلیہ اور قرآن میں ''لفظِ یثرب'' [۱] آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''رسول اللہ (ﷺ) نے اس کا نام مدینہ رکھا۔ اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا، جمع ہونا اور اس سے انس ومحبت رکھنا ہے۔ اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے.. یا.. اس لئے کہ ثرب سے بنا ہے اور اس کا معنی ہلاکت اور فساد ہے اور تثریب بمعنی سرزنش اور ملامت ہے.. یا.. اس وجہ سے کہ یثرب کسی بت یا کسی جابر وسرکش بندے کا نام تھا۔

امام بخاری اپنی ''تاریخ'' میں ایک حدیث لائے ہیں کہ ''جو کوئی ایک مرتبہ یثرب کہہ دے، تو اسے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہیئے تاکہ اس کی تلافی اور تدارک ہوجائے۔ قرآن مجید میں جو یثرب آیا ہے، وہ اہل نفاق کی زبان سے ادا ہوا ہے (یعنی منافقین کا قول حکایت کیا گیا ہے) کہ وہ لوگ یثرب سے مدینہ منورہ کی توہین کا ارادہ رکھتے تھے۔'' (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ۔ کتاب المناسک)

بعض اکابرین کے اشعار میں اس لفظ کے استعمال کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) بیان کرتے ہیں کہ

''بعض اشعارِ اکابر میں یہ لفظ واقع ہوا، ان کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اس وقت انہوں نے اس حدیث وحکم پر اطلاع نہ پائی تھی، ہاں جو مطلع ہوکر کہے، اس

---

[۱]:۔ قرآن پاک میں ہے، ''وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ ۔یعنی جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمہارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں۔ (سورہ ۳۳۔ آیت ۱۳)

کے لئے عذر نہیں۔" (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۲۱۔صفحہ ۱۱۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"مسلمان کو کفار کی محافل اور میلوں میں شرکت کرنا ممنوع ہے۔"

☆ شفیعِ محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں،

"**مَن کثر سواد قوم فھو منھم** ۔یعنی جو کسی قوم کی جماعت میں اضافے کا سبب بنے، تو وہ انہیں میں سے ہے۔" (کنز العمال۔حدیث ۲۴۷۳۵)

☆ مزید ارشاد فرمایا،

"**مَن جامع المشرک وسکن معه فانه مثله** ۔یعنی جو شخص کسی مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ ٹھہرا، تو بے شک وہ اسی مشرک کی طرح ہے۔" (ابوداؤد۔کتاب الجہاد)

اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں،

"علماء فرماتے ہیں کہ "مسلمان کو چاہیئے کہ مجمع کفار پر ہو کر نہ گزرے کہ ان پر لعنت اترتی ہے۔اور یہ بات خوب واضح ہے کہ ان کفار کا میلہ سیکڑوں کفر کی علامات اور شرک کی باتوں پر مشتمل ہوگا اور یہ مسلمان انہیں منع کرنے اور برائی دور کرنے پر قادر نہ ہوگا، تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے گونگا شیطان بن کر اور کفار کا تابعدار ہو کر مجمع کفار میں رہنا پڑے گا۔اور ان کے کفریات کو دیکھنے اور سننے میں مسلمان کی ذلت ہے۔" (فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔جلد ۲۱۔صفحہ ۱۲۰)

اسی مسئلے کی روشنی میں بدمذہبوں کے اجتماعات اور عیسائیوں وغیرہ کی محافل

میں شرکت کا حکم بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر کوئی نومسلم، اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرے، تو اسے مسلمان مانا جائے گا، چاہے وہ اس پر گواہ نہ پیش کر سکے اور چاہے جس مقام پر ایمان لانے کے بارے میں اس نے اطلاع دی، وہاں تحقیق کرنے پر سارا معاملہ جھوٹ ہی ثابت ہوا ہو۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے ایک ایسے شخص کے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا کہ جسے بعض لوگ عیسائی کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔ مسلمانوں سے اختلاط کی بناء پر کسی نے اسے روکا، تو اس نے کہا کہ میں فلاں مسجد میں ایک ماہ قبل ایمان لا چکا ہوں، لیکن جب تحقیق کی تو اس کا بیان بے ثبوت نکلا۔''

آپ نے ارشاد فرمایا،

''جب وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، تو اسے مسلمان ہی مانا جائے گا، جب تک اس سے کوئی کفر جدید ظاہر نہ ہو۔ اور ان تحقیقات کا کچھ اعتبار نہیں کہ ''نفی کی گواہی نامعتبر'' ہے اور کافر کا اقرار کرنا ہی اسے مسلمان ٹھہرانے کے لئے کافی ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۳۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''عمل کے مقبول ہونے کا مطلب اس پر ثواب کا ملنا اور مردود

ہونے کا معنی ثواب کا نہ ملنا ہے۔''

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''ردالمحتار'' میں ہے،

''**القبول ترتب الغرض المطلوب من الشیء علی الشیء کترتب الثواب علی الطاعة** ۔یعنی قبول کا مطلب کسی شے سے مطلوب غرض کا اس شے پر مترتب ہونا ہے۔ جیسے ثواب کا عبادت پر مترتب ہونا۔''

(کتاب الصلوۃ ۔ باب صفۃ الصلوۃ)

اسی میں ہے،

''**معنی الصلاۃ علی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قد ترد عدم اثابة العبد علیھا** ۔یعنی سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ اقدس پر صلوۃ کے مردود ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کو ثواب نہیں پہنچتا۔'' (ایضاً)

علامہ فخر الدین رازی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

''**قال المتکلمون کل عمل یقبله الله تعالیٰ فھو یثیب صاحبھا ویرضاہ عنه والذی لایثیبه علیه ولایرضاہ منه فھو المردود** ۔ یعنی علماء متکلمین نے ارشاد فرمایا، ''ہر وہ عمل کہ جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، وہ'وہ عمل ہے کہ اللہ عزوجل اس کے مرتکب کو ثواب عطا فرماتا ہے اوراس سے راضی ہوتا ہے اوروہ عمل کہ جس کا ثواب اس کے مرتکب کو نہ پہنچائے اوراس سے راضی نہ ہو، تو وہ مردود ہے۔'' (تفسیر کبیر)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مسلمان کسی گناہِ کبیرہ کے ارتکاب پر کافر نہیں ہوتا۔''

شرح عقائد میں ہے،

''الکبیرۃ لا تخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخلہ فی الکفر۔ یعنی گناہِ کبیرہ، بندہ مؤمن کو ایمان سے نکال کر کفر میں داخل نہیں کرتا۔''

(بحث الکبیرۃ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''دینی کاموں میں کافروں سے مدد طلب کرنا حرام ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

لَایَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ۔ یعنی مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سواء اور جو ایسا کرے گا، اسے اللہ سے کچھ علاقہ (یعنی تعلق) نہ رہا۔ (ال عمران۔ آیت ۲۸)

چنانچہ مسجد و مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں ان سے طلبِ امداد ممنوع ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ایسے دنیاوی علوم سیکھنا کہ جن کے باعث عقائدِ اسلام میں فساد اور دل میں علمائے اسلام کی توہین پیدا ہو، حرام و ناجائز ہیں۔''

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علماء دین کی توہین دل میں آئے، انگریزی ہو، خواہ کچھ ہو، ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ (جدید)۔جلد۱۴۔صفحہ۲۴۴)

ہاں اگر مذکورہ فسادات کا خطرہ نہ ہو، تو حصول تعلیم میں حرج نہیں، جب کہ ان کی وجہ سے فرض علم دین کی تحصیل میں کوتاہی لازم نہ آئے۔

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا لفظ استعمال کرنا مثلاً ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' مناسب نہیں، لیکن اگر کیا جائے، تو کفر وشرک نہیں۔''

چونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، لھذا مناسب یہی ہے کہ اس کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں کہ جن سے اس کی وحدانیت کی جانب اشارہ ہوتا ہو۔ لیکن اگر کوئی جمع کا صیغہ استعمال کرے، تو یہ کفر وشرک نہیں کہ قرآن کریم میں بارہا جمع کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔یعنی بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' (پ۱۴۔الحجر۔۹)

(ماخوذ از فتاوی رضویہ (جدید)۔جلد۱۴۔صفحہ۶۴۸)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''یزید بعض علماء کے نزدیک کافر ہے۔''

یزید کے بارے میں ائمہ اسلام کے تین قول ہیں۔

﴿1﴾ امام احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نزدیک کافر ہے۔ اس صورت میں اس کی بخشش نہ ہوگی۔

﴿2﴾ امام غزالی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ اسے مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ اس صورت میں اس کی بالآخر اس کی بخشش ضرور ہوگی۔

﴿3﴾ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس معاملے میں سکوت فرماتے ہیں۔''

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد۱۴۔ صفحہ۶۸۲)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور آسمانوں اور زمینوں میں تصرف فرماتے ہیں۔''

حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

''اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَالاَنبِیَاءِ فَنبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ ۔یعنی بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء (علیہم السلام) کے جسموں کا کھانا حرام فرمادیا ہے، پس اللہ عزوجل کے نبی زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔'' (ابن ماجہ۔ کتاب ماجاء فی الجنائز)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

''اُذِنَ الاَ نْبِیَاءُ اَنْ یَّخْرُجُوامِنْ قُبُوْرِھِمْ وَیَتَصَرَّفُوْافِیْ مَلَکُوْتِ

السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ ۔یعنی انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبور سے باہر تشریف لانے اور آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی میں تصرف فرمانے کی اجازت دی گئی ہے۔''

(الحاوی للفتاوی)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''تمام انبیاء (علیہم السلام) احتلام سے محفوظ و مامون رہے ہیں۔''

چونکہ احتلام عموماً شیطان کی مداخلت کی بناء پر ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم السلام) کو شیطان کی ہر قسم کی مکاریوں سے محفوظ فرمایا ہوا ہے، لھذا ان سے احتلام متصور نہیں۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے منقول ہے کہ

''مَااحْتَلَمَ نَبِیٌّ قَطُّ وَاِنَّمَاالاِحْتِلَامُ مِنَ الشَّیْطٰنِ ۔یعنی کبھی کسی نبی (علیہ السلام) کو احتلام نہیں ہوا، (کیونکہ) احتلام تو محض شیطان کی (مداخلت کی) وجہ سے ہوتا ہے۔'' (المعجم الکبیر۔حدیث ۱۱۵۶۴)

اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے،

''اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ط وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلاً ۔بے شک جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کام بنانے کو کافی ہے۔'' (پ۱۵۔بنی اسرائیل۔۶۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اولاد کے بالغ ہوجانے کے بعد ان کی شادی میں بلاعذر دیر کرنے

پر، اولاد سے سرزد ہونے والے ہر گناہ کا وبال باپ پر بھی پڑے گا۔''

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

''مَنْ وُّلِدَلَهُ وَلَدٌفَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَادِّبْهُ فَاِذَابَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًافَاِنَّمَااِثْمُهُ عَلٰى اَبِيْهِ۔ یعنی جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو، تو اسے چاہیئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے آداب سکھائے۔ پھر جب وہ بالغ ہو تو چاہیئے کہ اس کی شادی کر دے۔ کیونکہ اگر وہ بالغ ہوا اور اس نے اس کی شادی نہ کی اور پھر اولاد سے کوئی گناہ صادر ہوا، تو اس کا وبال اس کے باپ پر بھی ہوگا۔'' (شعب الایمان۔ حدیث ۸۶۶۶)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر گناہ کے فوراً بعد کوئی نیکی کر لی جائے، تو یہ نیکی اس گناہ کے کفارے کا سبب بن جاتی ہے۔''

جیسا کہ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

''اِذَاعَمِلْتَ سَيِّئَةً فَاَتْبِعْهَاحَسَنَةً تَمْحُهَاقَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ قَالَ هِيَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ ۔ یعنی جب تجھ سے کوئی برا عمل سرزد ہو جائے، پھر تو اس کے بعد کوئی

نیک کام کرلے، تو یہ نیکی اس برائی کو مٹادے گی۔''میں نے عرض کی،''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا لا الہ الا اللہ کہنا نیکیوں میں سے ہے؟'' ....فرمایا،''یہ تو نیکیوں میں سے افضل ترین ہے۔'' (مسند امام احمد بن حنبل۔مسند الانصار)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حضرت مجنون (رحمہ اللہ تعالیٰ)، اولیائے کرام (رحمھم اللہ تعالیٰ) میں سے تھے۔''

حضرت جنید بغدادی (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''ان مجنون بنی عامر کان من احباء اللہ تعالی ستر شانہ بجنونہ بلیلی۔ یعنی بے شک مجنون بنی عامر اولیائے کرام میں سے تھے، آپ نے لیلیٰ کے سبب اپنے جنون کے ذریعے، اپنے معاملے کو چھپایا ہوا تھا۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بحوالہ زرقانی شرح مواہب۔جلد ۱۵۔صفحہ ۳۰۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں یعنی ہر عقیدہ بمع دلیل معلوم ہونا ضروری ہے، بلا دلیل کسی عقیدے کو قبول نہ کیا جائے گا۔''

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح فقہی مسائل کے ثبوت کے لئے چار دلائل ''یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس'' میں سے کوئی دلیل درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح باب عقائد میں بھی درج ذیل چار دلائل میں سے کوئی ایک بطورِ دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔

(۱) قرآن۔....(۲) سنت۔....

(۳) سوادِ اعظم (یعنی بڑی جماعت)۔(۴) عقل صحیح۔

اب جو کوئی ان میں سے کسی ایک ذریعہ سے مسئلہ عقائد کو جانتا ہے، تو کہا جائے گا کہ وہ دلیل سے مسئلہ جانتا ہے، نہ کہ بے دلیل محض تقلید کے طور پر۔

ہر دور میں اہل سنت و جماعت ہی سوادِ اعظم رہے ہیں اور ان شاء اللہ عزوجل تا قیامت یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ چنانچہ عوام بلکہ ہر ایک کے لئے جوابِ طلبِ دلیل مسئلۂ عقائد میں یوں کہنا درست ہے کہ یہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ ان کا حوالہ دراصل دلیل پر ہی حوالہ ہے، نہ کہ تقلید۔

یوں ہی اس معاملے میں علماء کرام کے اقوال کو بطورِ سند پیش کرنا بھی فقط اس وجہ سے ہے کہ مذہبِ اہل سنت کے لئے باعثِ تقویت ہیں، نہ یہ کہ انہیں عقائد کے لئے مستقل دلیل مانا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک دو دس بیس علماءِ کبار ہی سہی، اگر جمہور سوادِ اعظم کے خلاف لکھیں، تو اس وقت نہ ان کے اقوال پر اعتماد جائز، نہ انہیں بطور سند پیش کیا جا سکتا ہے کہ اب یہ تقلیدِ محض ہوگی اور بابِ عقائد میں تقلید جائز نہیں۔

اور سوادِ اعظم کی ہدایت، اللہ عزوجل اور اس کے محبوب (ﷺ) کی کمال رحمت ہے۔ کیونکہ ہر شخص اس بات پر کہاں قادر تھا کہ اپنا عقیدہ، کتاب وسنت سے ثابت کرے۔ عقل تو خود سمعیات میں کافی نہیں، لامحالہ معاملہ عقائد میں عوام کو تقلید کرنی پڑتی، چنانچہ یہ واضح وروشن دلیل عطا فرمادی کہ سوادِ اعظم مسلمین، جس عقیدہ پر ہوں، وہی حق ہے۔ اس کی پہچان میں کوئی دشواری نہیں۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے

دورِ مبارک میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں، بعد میں جو بھی پیدا ہوئے، دنیا بھر کے سب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہ پہنچ سکے۔ للہ الحمد۔

جس طرح فقہ میں اجماع، قوی ترین دلیل ہے کہ اس کی مخالفت کرنے کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں، اگرچہ اس کی رائے کے مطابق قرآن وسنت میں اس کے خلاف حکم موجود ہو، کیونکہ اس وقت یہی کہا جائے گا کہ یہ اس کے فہم کی خطاء ہے.. یا.. یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، اگرچہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو، اسی طرح اجماع امت، ایک عظیم شے ہے۔ سوادِ اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلۂ عقائد پر اتفاق، یہاں قوی ترین دلیل ہے۔ چنانچہ اگر قرآن وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے، تو فہم کی خطاء ہے، حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے۔ یہ گنتی کے چند جملے ہیں، مگر بحمدہ تعالیٰ بہت نافع وسود مند ہیں۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ (قدیم)۔ جلد۹۔ صفحہ۲۲)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''استنجاء خانے میں ایسی انگوٹھی.. یا.. کاغذ لے جانا مکروہ ہے کہ جس پر اللہ عزوجل کا نام مبارک یا قرآن پاک کی آیت وغیرہ درج ہو۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں،

''حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو، جس پر قرآن پاک میں سے کچھ کلمات.. یا.. متبرک نام جیسے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک.. یا.. قرآن کریم کا نام.. یا.. اسمائے انبیاء (علیھم السلام) لکھے ہوں، تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء جائے، تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر باہر رکھ لے کہ افضل یہی ہے.. اور.. اگر

اس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو، تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے، اگرچہ بے ضرورت اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔ اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی بجا نہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے، تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

''یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شیء من القرآن او من اسمائہ تعالی لما فیہ من ترک التعظیم وقیل لایکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف ولو کان مافیہ شیء من القرآن او من اسمائہ تعالی فی جیبہ لاباس بہ و کذا لو کان ملفوفافی شیء والتحرز اولیٰ۔ یعنی بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے، جب کہ اس کی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ کلمات.. یا.. اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم مبارک لکھا ہوا ہو، کیونکہ اس میں ترکِ تعظیم ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب ہو، تو مکروہ نہیں۔ اور اگر اس کی جیب میں کوئی ایسی چیز ہو، جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ.. یا.. اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہو، تو حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کسی لفافے میں بند ہوں، تو بھی حرج نہیں، لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔'' (غنیۃ المستملی۔ سنن الغسل)

مراقی الفلاح میں ہے،

''یکرہ دخول الخلاء ومعہ شیء مکتوب فیہ اسم اللہ او قرآن۔ یعنی جس آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو، جس میں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو، تو اس کے لئے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ

ہے۔" (فصل فی الاستنجاء)

علامہ طحطاوی (رحمہ اللہ) نے اس کے حاشئے میں فرمایا،

"لما روی ابوداؤد والترمذی عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اذادخل الخلاء نزع خاتمہ ای لان نقشہ محمد رسول اللہ ۔یعنی کیونکہ امام ابوداؤداورامام ترمذی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا کہ"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت الخلاء جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے، کیونکہ اس میں"محمد رسول اللہ"منقش تھا۔" (حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح۔فصل فی الاستنجاء)

(فتاوٰی رضویہ (جدید)۔جلد۴۔صفحہ ۵۸۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"ہڈیاں، جنوں کی اور ہمارے جانوروں کی مینگنیاں، ان کے جانوروں کی خوراک ہیں۔"

مروی ہے کہ جنوں کا وفد بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہوااور اپنے جانوروں کے لئے خوراک طلب کی، تو آپ نے ارشادفرمایا،

"لَکُمْ کُلُّ عَظْمٍ ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ یَقَعُ فِیْ اَیْدِیْکُمْ اَوْفَرَ مَا یَکُوْنُ لَحْمًاوَّ کُلُّ بَعْرَۃٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّکُمْ ۔یعنی تمہارے لئے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام مبارک، ذکر کیا جائے یعنی حلال ذبح شدہ جانور کی ہڈی، وہ تمہارے ہاتھ میں اس حال پر ہوگی جیسی اس وقت تھی، جب اس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہوئی ہڈی مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے جانور کے لئے

چارہ ہے۔''

اس کے بعد انسانوں سے ارشاد فرمایا،''

''فَلَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا طَعَامُ اِخْوَانِكُمْ۔ یعنی ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو، کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔'' (مسلم۔باب الجبر بالقرأۃ.....)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''عبادت کی چار قسمیں ہیں۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

''اولاً عبادت کی دو قسمیں ہیں۔

(i) مقصودہ۔ (ii) غیر مقصودہ۔

﴿1﴾ مقصودہ:۔

وہ عبادت ہے، جو خود مستقل قربت ہو، کسی دوسری قربت کے لئے محض بطورِ وسیلہ مقرر نہ ہوئی ہو۔ جیسے نماز.....

﴿2﴾ غیر مقصودہ:۔

وہ عبادت ہے، جو خود مستقل قربت نہ ہو، بلکہ کسی دوسری قربت کے لئے محض بطور وسیلہ مقرر ہوئی ہو۔ جیسے مسجد میں داخل ہونا.....

پھر ان میں سے ہر قسم میں سے بعض میں طہارت یعنی وضو و غسل یا فقط وضو یا فقط غسل، شرط ہے اور بعض میں اس کی شرط نہیں۔ اس طرح عبادات کی چار قسمیں ہو گئیں۔

(i) مقصودہ مشروطہ۔ (ii) مقصودہ غیر مشروطہ۔

(iii) غیر مقصودہ مشروطہ۔ (iv) غیر مقصودہ غیر مشروطہ۔

اوران کی تعریفات درج ذیل ہوں گی۔

(1) مقصودہ مشروطہ:۔

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ نہ ہو اوراس میں طہارت شرط قرار دی گئی ہو۔ جیسے نماز ونمازِ جنازہ وسجدۂ تلاوت وسجدہ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اوران سب کے لئے وضو وغسل دونوں ضروری ہیں۔

اس کے علاوہ زبانی، بغیر چھوئے قرآنِ پاک پڑھنا کہ اس کے لئے فقط غسل شرط ہے، باوضو ہونا ضروری نہیں۔

(2) مقصودہ غیر مشروطہ:۔

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ نہ ہو اوراس میں طہارت شرط قرار نہ دی گئی ہو۔ چاہے وضو وغسل دونوں ضروری نہ ہوں، جیسے اسلام لانا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا.. یا..فقط باوضو ہونا ضروری نہ ہو، جیسے بغیر چھوئے قرآن پاک پڑھنا۔

اس مثال سے ظاہر ہوا کہ بغیر چھوئے قرآن پڑھنا، بے غسل شخص کے اعتبار سے قسم اول میں شامل ہے اور بے وضو انسان کے لحاظ سے قسم ثانی میں۔

(3) غیر مقصودہ مشروطہ:۔

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت نہ ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ ہو

اوراس میں طہارت شرط قرار دی گئی ہو۔ چاہے وضو و غسل دونوں شرط ہوں، جیسے قرآن پاک کا چھونا.. یا. صرف غسل شرط ہو، وضوضروری نہ ہو، جیسے مسجد میں داخل ہونا کہ اس کے لئے غسل لازم ہے، وضوضروری نہیں۔

(4) غیر مقصودہ غیر مشروطہ:۔

وہ عبادت ہے جو مستقل قربت نہ ہو، کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ ہو اوراس میں طہارت شرط قرار نہ دی گئی ہو۔ جیسے اذان واقامت کہنا۔ کہ جنب و بے وضودونوں دے سکتے ہیں، اگرچہ جنب کی اقامت زیادہ مکروہ ہے۔ اور مسجد میں جانا کہ بے وضو جائز ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ دخول مسجد، جنب کے لحاظ سے قسم سوم میں داخل ہے اور بے وضو شخص کے اعتبار سے قسم چہارم میں شامل۔"

نوٹ:۔

پانی نہ ہونے کی صورت میں چاروں قسموں کے لئے تیمّم جائز ہے۔ لیکن نماز صرف اس تیمّم سے ہو سکے گی کہ جو یا تو مطلقاً طہارت کی نیت سے کیا گیا ہو .. یا.. بے وضو یا بے غسلے پن کو دور کرنے کی نیت سے ..اور یا.. خاص قسم اول کی نیت سے۔" (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد۳۔ صفحہ ۵۵٦)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"تبلیغ دین کی غرض سے سفر پر جانے کی صورت میں، بھیجنے والوں سے سواری اور راستے کا خرچ طلب کیا جاسکتا ہے۔"

امام اہلِ سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں،

''جو بغیر سواری نہ جاسکے، اس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں، یونہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۱۱۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''بعض صورتوں میں فرشتے انسانوں سے اور بعض میں انسان فرشتوں سے افضل واعلیٰ ہوتے ہیں۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

''انسانوں میں سے رسل، فرشتوں کے رسولوں سے اعلیٰ ہیں۔ اور فرشتوں کے رسول ہمارے اولیاء کرام سے افضل ہیں۔ ہمارے اولیاء، عام فرشتوں یعنی غیر رسل سے اعلیٰ ہیں، جب کہ عام ملائکہ ہمارے فساق وفجار سے افضل ہیں۔''

عام مؤمنین میں سے جس میں صفتِ ملکوتی غالب ہوئی، وہ کروڑوں ملائکہ سے افضل ہوگا۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۲۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''میدان محشر کا میزان، تولنے کے اعتبار سے دنیاوی ترازو کا عکس ہوگا۔''

یعنی دنیاوی ترازو میں وزن دار پلڑا نیچے جھک جاتا ہے، جب کہ ہلکا اوپر کی جانب اٹھتا ہے۔ لیکن بروزِ قیامت جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی، اس کا نیکیوں کا پلڑا اوپر کی جانب اٹھے گا، جب کہ کم ہونے کی صورت میں نیچے کی جانب جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصّٰلِحُ یَرۡفَعُهٗ ۔

یعنی اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے، وہ اسے بلند کرتا ہے۔''

(پ۲۲۔ فاطر۔۱۰)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''سید الکونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام اقدس سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا، مستحب ہے، لیکن بعض مواقع میں ایسا نہ کیا جائے۔''

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) انگوٹھے چومنے کے جواز کے بارے میں دریافت کئے گئے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں،

''جائز بلکہ مستحب ہے، جب کہ کوئی ممانعتِ شرعی نہ ہو۔ مثلاً حالتِ خطبہ میں.. یا.. جس وقت قرآن مجید سن رہا ہو[1].. یا.. نماز پڑھ رہا ہو۔ ایسی حالتوں میں اجازت نہیں، باقی سب اوقات میں جائز، بلکہ مستحب ہے، جب کہ بنیتِ تعظیم ومحبت ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد۵۔ صفحہ ۴۱۵)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''بیعت کے قابل پیر میں چار شرائط کا ہونا ضروری ہے۔''

بیعت ہونے سے قبل یہ اطمئنان کر لینا بے حد ضروری ہے کہ منتخب شخص چار شرائط کا حامل ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر ان میں سے ایک بھی شرط کم ہوئی تو اس سے

[1] ۔ جیسا کہ عموماً ختم شریف پڑھتے وقت ''ما کان محمد ابا احد'' سن کر یہ فعل کیا جاتا ہے۔ (۱۲ منہ)

بیعت جائز نہیں۔وہ شرائط یہ ہیں۔

(1) اس کے عقائد بالکل درست ہوں یعنی ان ہی عقائد کا قائل ہو، جو اہل سنت و جماعت کی جانب منسوب کیے جاتے ہیں۔

(2) اس کے پاس فقہ کا اتنا علم ہونا چاہیئے کہ اپنی ضرورت کے تمام مسائل جانتا ہو، بلکہ اگر کوئی حاجتِ جدید پیش آئے، تو اس کا حکم خود کتاب سے نکال سکے۔

(3) اس کا سلسلہ، رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) تک متصل ہو۔یعنی سردارِ انبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے کر اس تک ،سلسلے کے تمام بزرگوں کا ثبوت ہو، درمیان سے کوئی غائب نہ ہو۔

(4) اعلانیہ کسی گناہِ کبیرہ کا مرتکب اور صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔ یعنی اعلانیہ طور پر کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا نظر نہ آئے اور اگر اس سے صغیرہ سرزد ہو تو فوراً توبہ کی جانب مائل ہو جائے ،ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے اس کا مزید ارتکاب نہ کرے، تو قابل بیعت رہے گا۔(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔جلد ۹۔صفحہ ۱۱۴)

خیال رہے کہ اگر کسی نے ایسے شخص سے بیعت کر لی کہ جو ان شرائط کا جامع نہ ہو، تو اس سے بیعت توڑ کر جامع شرائط رہنما کو تلاش کرنا چاہیئے۔[1]

---

[1]:۔مشورۃً عرض ہے کہ اس سلسلے میں امیر دعوتِ اسلامی، حضرت مولانا محمد الیاس قادری ضیائی مدظلہ العالی کا انتخاب سعادت مندی کی علامت قرار دیا جا سکتا ہے۔آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرواتے ہیں۔بلا مبالغہ آپ کا شمار پندرہویں صدی ہجری کی عظیم ترین شخصیات میں ہوتا ہے۔ان کی کرامات کا ظہور دیکھنا مطلوب ہو، تو آپ سے وابستہ ان ہزارہا نوجوانوں پر سرسری نگاہ ڈال لینا کافی ہے کہ جو آپ کی صحبتِ پاکیزہ کی برکت سے سرتاپا باعمل و باکردار بن کر، دوسروں کے لئے راہِ جنت آسان کرنے میں رات دن مصروفِ عمل ہیں۔(۱۲ منہ)

☸ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مذکورہ شرائط کے حامل پیر کی بیعت کے لئے بالغ شخص کو والدین اور زوجہ کو شوہر کی اجازت ضروری نہیں، نیز بذریعہ قاصد وخط بھی بیعت ہوا جاسکتا ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

جو پیر سنی صحیح العقیدہ عالم غیر فاسق ہو اور اس کا سلسلہ آخر تک متصل ہو، اس کے ہاتھ پر بیعت کے لئے والدین، خواہ شوہر کسی کی اجازت کی حاجت نہیں۔''

مزید فرمایا،

''بذریعہ خط بیعت ہوسکتی ہے۔''

اور فرمایا،

''بذریعہ قاصد مرید ہوسکتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔جلد ۹۔صفحہ ۱۶۵۔۱۶۶)

☸ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''استنجاء کے لئے ٹشو پیپر کا استعمال مکروہ اور سنتِ نصاریٰ ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

''کاغذ سے استنجاء سنتِ نصاریٰ اور شرعاً منع ہے، جب کہ قابل کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو، تو بلاضرورت، عیسائیوں کی سنت سے بچنا ضروری ہے۔

ردالمحتار میں ہے،

''کرہ تحریمابشیء محترم یدخل فیه الورق قیل انه ورق الکتابة وقیل ورق الشجرة وایهما کان فانه مکروہ ورق الکتابة له احترام لکونه الة لکتابة العلم ولذاعلله فی تاترخانیة بان تعظیمه من ادب الدین واذا کانت العلة کونه آلة للکتابة یوخذ منها عدم الکراهة فیمالایصلح لها اذا کان قالعاللنجاسة غیرمتقوم کما قدمنامن جوازہ بالخرق البوالی ۔یعنی کسی قابل احترام شے کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہِ تحریمی ہے اوراس میں ورق بھی داخل ہے۔کہا گیاہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہےاور کسی نے کہا کہ درخت کا پتا ہے۔ان میں سے جوبھی مکروہ ہے۔کتابت کا کاغذ اس لئے قابل عزت ہے کہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے۔اسی لئے تتارخانیہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی علت آدابِ دین سے ہےاور جب اس کی علت یہ ہو کہ وہ آلہ کتابت ہے،تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہواورنجاست کو زائل کرنے والا ہواور قیمتی بھی نہ ہو،تو اس کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں،جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔'' (فصل الاستنجاء)

ہاں اگر استنجاء کے لئے دوسری کوئی چیز میسر نہ آسکے،تو اس سے بھی طہارت ہوجائے گی۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۴۔صفحہ۶۰۳)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر کوئی شخص زوجہ سے قربت کر کے بغیر نہائے سویااور آنکھ کھلنے پر فجر کاوقت تنگ پایا،تو تیمّم کر کے نماز پڑھے،صرف ستر دھو کر نماز پڑھ لینا حرام

ہے، پھر نہا کر طلوعِ آفتاب (یعنی سورج نکلنے کے ۲۰ منٹ) کے بعد اس کو دوبارہ لوٹائے۔"

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے دریافت کیا گیا،

"ایک شخص اپنی زوجہ سے صحبت کر کے سو گیا، اب اس کی آنکھ ایسے وقت کھلی جب کہ وقتِ نمازِ فجر بہت تنگ ہو گیا کہ اگر غسل کرے، تو نماز قضا ہو جائے گی، ایسی صورت میں صرف ستر (یعنی ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ) دھو کر نماز پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں؟...اگر بلا غسل نماز جائز نہیں، تو کس وجہ سے، جب کہ زوجہ سے صحبت کرنا حلال ہے؟...

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

"جب کہ وقت تنگ ہو، تو نجاست دھو کر تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، پھر نہا کر بعد طلوع آفتاب، اس کا اعادہ کرے۔ اور زوجہ سے صحبت جائز ہونے سے غسل معاف ہونے کا حکم نہیں ہو سکتا۔ یہاں تین صورتیں ہیں۔

{1} اگر ایسا وقت تنگ تھا کہ صحبت کے بعد غسل کا وقت ہی نہ ملے گا، تو ایسی صورت میں تو جماع کرنا ہی حرام تھا کہ جان بوجھ کر نماز فوت کرنا لازم آتا ہے۔ اور عورت کا "زوجہ ہونے" سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہر وقت صحبت جائز ہو جائے۔ مثلاً نماز و اعتکاف میں، حالتِ روزہ و احرام میں اور حیض و نفاس وغیرہ میں، ایسی بہت سی صورتیں ہیں کہ منکوحہ سے صحبت حرام ہے۔

{2} اور اگر ایسا وقت تھا کہ غسل و نماز کے لئے کافی تھا، مگر صبح ہو چکی تھی یا

ہونے کے قریب تھی اور یہ ظن غالب تھا کہ اب سو کر آنکھ نہ کھلے گی، تو صحبت جائز تھی، لیکن سونا حرام۔

(3) اور اگر سونے کے لئے بھی وقت وسیع تھا اور اتفاقاً آنکھ ایسے تنگ وقت کھلی، تو صحبت اور سونا دونوں حلال اور گناہ معاف۔''

(فتاوٰی رضویہ (جدید) بتغیر ما۔ جلد۳۔ صفحہ ۳۰۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''نجومیوں کو ہاتھ دکھا کر تقدیر کا اچھا یا برا دریافت کرنا کبھی جائز، کبھی گناہ کبیرہ، کبھی مکروہ وحماقت اور کبھی کفر ہے۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

☆ اگر ان کو ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا برا معلوم کرنا بطورِ اعتقاد ہو یعنی یہ جو بتائیں گے، حق ہوگا، تو کفر خالص ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا،

''**فَقَدْ کَفَرَ بِمَانُزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ** ﷺ۔ یعنی بے شک اس نے اس کا انکار کیا کہ جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا۔''

(ترمذی۔ کتاب الطہارت۔ باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض)

☆ اور اگر بطورِ اعتقاد نہ ہو، بلکہ فقط میل ورغبت کی بناء پر ہو، تو گناہِ کبیرہ ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا،

''**لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ لَہٗ صَلٰوۃَ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحاً**۔ یعنی اللہ تعالٰی چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائے گا۔'' (ترمذی۔ کتاب الاشربہ)

☆اور اگر اس دریافت کرنے سے مقصود، اس کے ساتھ مذاق واستہزاء ہے، تو ایک بے کار کام، مکروہ اور حماقت ہے۔

☆ہاں اگر اسے عاجز کرنا مقصود ہو، تو حرج نہیں۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۲۱۔صفحہ۱۵۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ضحوۂ کبریٰ (یعنی زوال کا وقت) نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ صبح اور مغرب کے وقت کو جمع کر کے ان کا نصف کرلیں، پھر اس میں چھ گھنٹے جمع کردیں، یہی زوال کا وقت ہے۔''

مثلاً صبح کا وقت ۵ بج کر ۱۵ منٹ (5:15) اور غروبِ آفتاب کا وقت چھ بج کر ۱۵ منٹ (6:15) ہے۔ دونوں کو جمع کیا، تو ساڑھے گیارہ (11.30) ہوا۔ نصف کرنے پر پونے چھ (5.45) آیا۔ اس میں چھ جمع کئے، تو زوال کا وقت پونے بارہ (11.45) حاصل ہوا۔

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''جس دن کا ضحوۂ کبریٰ نکالنا منظور ہو، اس دِن کے وقتِ صبح و وقتِ غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چھ گھنٹے بڑھالیں، یہ وقت ضحوۂ کبریٰ ہوگا۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۵۔صفحہ۳۱۴)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر اولادِ رسول (ﷺ) میں سے کسی کا ایمان سلامت ہے، تو اعمال

چاہے کیسے ہی ہوں، اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس کے کسی گناہ پر کوئی مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔"

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

"سلامتِ ایمان کے ساتھ اعمال چاہے کیسے ہی ہوں، اللہ عزوجل کے کرم سے امید واثق یہ ہی ہے کہ جو اس کے علم میں سید ہیں، ان سے اصلاً کسی گناہ پر کوئی مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ حدیث میں ہے،

"اِنَّ فَاطِمَةَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللّٰهُ وَ ذُرِّيَتَهَا عَلَى النَّارِ۔ یعنی بے شک فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت فرمائی، پس اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام فرما دیا ہے۔" (رواہ البزاز والطبرانی فی الکبیر)

(فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۱۸)

تنبیہِ خاص:۔

مخفی نہ رہے کہ قابل گرفت اعمال سے صرفِ نظر فقط اسی صورت میں ہے کہ جب دنیا سے حالتِ ایمان میں رخصتی نصیب ہوئی ہو، چنانچہ اگر خدانخواستہ زبان سے کوئی کلمۂ کفر سرزد ہو گیا اور توبہ کی توفیق حاصل نہ ہو سکی.. یا.. ارتکابِ کبیرہ پر اصرار جاری رہا، جس کے باعث ایمان سلب ہو گیا، تو ان صورتوں میں مذکورہ انعامِ خصوصی سے حصہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"جس مقام پر فرائضِ دینیہ کی ادائیگی ممکن نہ رہے، وہاں سے

ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔"

یعنی اگر کوئی مسلمان عاقل و بالغ ہو اور کسی جگہ، کسی بھی عذر کی بناء پر فرائض دینیہ کی ادائیگی سے مجبور ہو جائے، تو اسے اس جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر مکان میں معذوری ہو، تو مکان بدلے، محلے میں ہو، تو محلہ اور بستی میں عذر ہو، تو دوسری بستی میں جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

"اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ط فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ☆ وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں، اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔ ان سے فرشتے کہتے ہیں، تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔ (ترجمہ کنز الایمان۔ پ۵۔ النساء ۹۷)

اس آیت کے تحت "تفسیر مدارک التنزیل" میں ہے،

"یہ آیتِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرنے والی ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں اس طرح اقامتِ دین پر قادر و متمکن نہیں، جیسا کہ لازم ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے شہر میں اقامت پر قادر ہو جائے گا، تو اس پر اس مقام کی طرف ہجرت

کرنا لازم ہو جائے گا۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ "مَنْ فَرَّ بِدِيْنِهٖ مِنْ اَرْضٍ وَاِنْ كَانَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ اِسْتَوْجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةَ وَكَانَ رَفِيْقَ اَبِيْهِ اِبْرَاهِيْمَ وَنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی جو شخص دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ سے بھاگا، خواہ وہ زمین کی ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو، اس کے لئے جنت لازم ہو جاتی ہے اور وہ (جنت میں) اپنے جد امجد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پڑوسی ہوگا۔" (جلد اول۔ صفحہ ۲۸۶)

ہاں اگر کوئی حقیقۃً مجبور ہے جیسے بچے اور عورتیں یا کوئی مرد کہ ہجرت کرنے پر کسی کی جانب سے ظلم شدید کا اندیشہ ہے، تو وہ مجبور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، "

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ☆ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ مگر وہ جو دبا لئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ راستہ جانیں۔ تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا ہے۔ (النساء ۹۸)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"امیر شریعت.. یا.. امیر اسلام، فقہائے کرام ہوتے ہیں.. یا.. خلیفہ۔"

اس کی وضاحت "اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کی تحقیقاتِ جمیلہ کی روشنی

میں''اس طرح ہے کہ امیر شریعت یا امیر اسلام کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)اختیاری۔ (۲)قہری۔

﴿1﴾ اختیاری:۔

اختیاری وہ ہوتا ہے، جو کسی پر اپنے احکام کو نافذ کرنے میں جبر وقہر کا اختیار نہیں رکھتا۔اس کا کام فقط احکام شرع بتا دینا ہے،انہیں تسلیم کرنا،نہ کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے۔یہ امیر شریعت،فقہائے اسلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُو اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الاَمْرِ مِنْکُمْ ۔اے ایمان والو!حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اوران کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔(پ۵۔النساء۔۵۹)

اصح قول کے مطابق''**اولی الامر منکم**''یعنی حکومت والوں سے مراد فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم) ہیں۔جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عظمت نشان ہے،

وَاِذَاجَاءَ ھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اَذَاعُوْابِہٖ وَلَوْرَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُوْلِی الْاَمْرِمِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ۔اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمئنان یا ڈر کی آتی ہے،(تو)اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے ،تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے ،یہ جو بعد میں

کاوش کرتے ہیں۔''(پ۵۔النساء۔۸۳)

اگر سلطان اسلام نہ ہو، تو لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے امورِ دینیہ کے سلسلے میں ان علماء کی جانب رجوع کریں۔ کیونکہ بعض ایسے امور کہ جو والی اسلام یا قاضی کے سپرد ہوتے ہیں، ان میں بھی تا حدِ ممکن انہیں کے حکم سے تکمیل ہوتی ہے، جیسے عنین ، نکح نافذ کرنا اور لڑ کا لڑکی کو بالغ ہو جانے کے بعد حاصل ہونے والے اختیار کا معاملہ وغیرہ۔ ہاں انہیں حدود و تعزیر و قصاص کا اختیار نہیں ہوتا، ان کے نفاذ کا اختیار صرف حاکم اسلام کو ہے۔

حدیقہ ندیہ میں فتاوٰی عتابیہ کے حوالے سے ہے،

''**فاذاعسر جمعهم علی واحداستقل کل قطربا تباع علمائه فان کثروافالمتبع اعلمهم فان استووااقرع بینهم** ۔یعنی جب ایک پر اتفاق دشوار ہو، تو ہر علاقے کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کرلیں۔پس اگر علماء کثیر ہوں، تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے۔اگر وہ علم میں برابر ہوں، تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلی جائے۔''(النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ)

اس امیر شرعی کا انتخاب کسی کی رائے پر موقوف نہیں، بلکہ بانتخابِ الٰہی یہ خود ہی منتخب ہے۔دیانت وفقاہت میں اس کا یکتا ہونا، خود ہی اسے متعین کردے گا، یہاں تک کہ اگر لوگ اس کے غیر کو منتخب کریں، تو خطاء کریں گے۔لوگوں پر اس کا اتباع لازم ہے۔

﴿2﴾ قہری:۔

اس کے ذمہ وہ کام ہوتے ہیں کہ بغیر جبر وقہر وتسلط کے ان کا انجام پانا مشکل ہے۔ جیسے حدود وتعزیرات وقصاص اور عشر وخراج وصول کرنا وغیرہ۔ اس کا انتخاب دو صورتوں پر موقوف ہوتا ہے۔

(1) اہل حل وعقد (یعنی معامالات کو سلجھانے، سمیٹنے کی صلاحیت رکھنے والے) کسی جامع شرائط کو منتخب کریں۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتخاب۔

(2) جس کا مذکورہ طریقے سے انتخاب ہو چکا ہو، وہ کسی دوسرے کے لئے وصیت کرے۔ جیسے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے وصیت کرنا۔

اسی کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اور بلاوجہ شرعی اس کا انکار ممنوع ہوتا ہے۔ اگر اسے تمام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے، تو ''خلیفہ وامیر المؤمنین'' کہلاتا ہے۔ اس کے لئے سات شرطیں ہیں۔

(1) مسلمان ہونا۔ (2) آزاد ہونا۔ (3) مرد ہونا۔

(4) صاحبِ عقل ہونا۔ (5) بالغ ہونا۔

(6) قدرت رکھنے والا ہونا۔ (7) قریشی ہونا۔

علامہ امام قاسم حنفی تلمیذ امام ابن الہمام (قدس سرہما) لکھتے ہیں،

اما عندنا فالشروط انواع بعضها لازم لا تنعقد بدونه وهى الاسلام والذكورة والحرية والعقل والبلوغ واصل الشجاعة وان يكون قرشيا۔ بہر حال ہمارے نزدیک خلافت کی شرائط چند قسم کی ہیں۔ ان میں

سے بعض ایسی لازم ہیں کہ جن بغیر خلافت منعقد نہیں سکتی۔ اور وہ ''اسلام، مرد ہونا، آزادی، عقل، بلوغ، اصل شجاعت اور اس کا قریشی ہونا'' ہیں۔'' (تعلیقات مسایرۃ۔شروط الامام) (ملخص از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۱۴۔صفحہ ۱۶۸)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''موزے پہنے ہوں، تو وضو کے لئے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں، فقط ان پر مسح کافی ہے۔''

لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں۔

(1) موزے چمڑے کے ہوں..یا..صرف تلا چمڑے کا ہو اور باقی کسی موٹی چیز کے ہوں۔ جیسے ریگزین وغیرھا۔

(2) موزے ایسے ہوں کہ جن کو پہن کر ایڑھی نہ کھلی رہے۔ ٹخنوں تک ہونا ضروری نہیں، اگر ان سے ایک انگل کم ہوں، تب بھی مسح درست ہے۔

(3) موزہ پاؤں سے چمٹا ہوا ہو کہ اس کو پہن کر خوب آسانی سے چل پھر سکیں۔

(4) کم از کم پاؤں دھو کر موزے پہنے ہوں۔

(5) موزے، نہ حالتِ جنابت میں پہنے ہوں، نہ پہننے کے بعد جنابت طاری ہوئی ہو...اور...

(6) یہ مسح مدت کے اندر اندر کیا جائے۔

یاد رکھیں کہ ''مسح کی مدت مقیم یعنی غیر مسافر کے لئے ایک دن اور ایک

رات...اور...مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہیں۔"....

نیز مدت اس وقت سے شمار ہوگی کہ جب موزے پہننے کے بعد پہلی مرتبہ وضوتوڑنے والی کوئی چیز پائی گئی ہو۔ مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی مرتبہ وضوٹوٹا، تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک مسح کرسکتا ہے۔

{7} کوئی بھی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو یعنی چلنے میں تین انگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو۔ اگر تین انگل پھٹا ہو، لیکن بدن تین انگل سے کم دکھائی دیتا ہے، تب بھی مسح جائز ہے۔ اور اگر دونوں موزے تین تین انگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین انگل یا زیادہ ہے، تو بھی مسح ہوسکتا ہے۔ سلائی کھل جائے، تب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے، تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔

موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی تین تر انگلیاں، سیدھے پیر کی پشت کے سرے پر اور الٹے ہاتھ کی تین تر انگلیاں، الٹے پیر کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی جانب، کم از کم تین انگلیوں کی مقدار کھینچ لی جائیں اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک کھینچی جائیں۔ (فتاویٰ عالمگیری۔ فصل فی المسح علی الخفین)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"اونی یا سوتی موزوں پر مسح جائز نہیں۔"

یاد رکھیں کہ اونی یا سوتی موزوں پر مسح درست ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

{i} موزے مُجلَّد ہوں یعنی ایسے کہ ان پر ٹخنوں تک چمڑا مونڈھ دیا گیا ہو... یا..

(ii) مُنَعَّل ہوں یعنی ایسے کہ ان کے نیچے تلا چمڑے کا لگا ہوا ہو.. یا..

(iii) ثَخِیْن ہوں۔یعنی اتنے موٹے ودبیز کہ صرف ان کو پہن کر مسافت طے کریں، تو پھٹ نہ جائیں اور اپنے موٹے پن کی بناء پر پنڈلی پر بغیر باندھے رکے رہیں، ڈھلک نہ آئیں اور اگر ان پر پانی پڑے ،تو اسے روک لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، وہ پانی فوراً پاؤں کی جانب سرائیت نہ کر جائے ، ہاں اگر کچھ دیر ٹھہرے رہنے کے بعد اندر گیا یا ہاتھ سے رگڑنے یا ملنے کی صورت میں اندر پہنچا، تو حرج نہیں۔

جو بھی موزے ان تین اوصاف سے خالی ہوں، ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ہاں اگر ان پر چمڑا چڑھا لیں ..یا.. چمڑے کا تلا لگالیا جائے ،تو بالاتفاق اور اگر موٹے بنائے جائیں، تو امام ابو یوسف ومحمد (قدس سرہما) کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

غنیۃ المستملی میں ہے،

''المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفة الاان یکونامجلدین ای استوعب الجلد مایستر القدم الی الکعب اومنعلین ای جعل الجلدعلی مایلی الارض منهما خاصة کالنعل للرجل وقالایجوز اذاکاناثخینین لایشفان فان الجورب اذا کان بحیث لایجاوزالماء منه الی القدم فهو فی منزلة الادیم والصرف فی جذب الماء الی نفسه الابعد لبث اودلک بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفذه الی الرجل فی الحال وعلیه ای علی قول ابی یوسف

ومحمدالفتوی ۔یعنی امام اعظم (قدس سرہ) کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں، مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں، جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے، یا منعل ہوں یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے، صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے اور صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) نے فرمایا اگر جرابیں ایسی موٹی ہوں کہ نہ کھلتی ہوں، تو مسح جائز ہے، کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے، تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی مثل ہے، مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے، تو کوئی حرج نہیں، بخلاف پتلی جراب کے کہ وہ پانی کو جذب کر کے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے اور امام ابو یوسف و محمد (قدس سرھما) کے قول پر فتویٰ ہے۔" (فصل فی المسح علی الخفین)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"اگر چمڑے یا ریگزین کے موزوں میں پنڈلی کی جانب زپ لگی ہو.. یا.. بٹن لگے ہوں، تو ان پر مسح جائز ہے۔"

ردالمحتار میں ہے،

"یجوز علی الجاروب المشقوق علی ظهر القدم وله ازرار یشدها علیه تسده لانه کغیر المشقوق ۔یعنی ایسے موزے پر مسح جائز ہے، جو قدم کے اوپر سے کھلا ہوا ہو اور اسے بٹن لگا کر بند کیا گیا ہو، اس لئے کہ وہ بند موزے کی ہی مثل ہے۔" (باب المسح علی الخفین)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مؤذن کے موجود ہونے اور اس پر گراں گزرنے کی صورت میں، کسی دوسرے کا اقامت کہنا، ناجائز نہیں، ہاں خلافِ اولیٰ ضرور ہے، اس سلسلے میں عذرِ شرعی کے بغیر امام کو بھی اختیار نہیں کہ کسی دوسرے کو تکبیر کے لئے کہے۔''

سیدی اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

''(کسی دوسرے کا اقامت کہنا) ناجائز نہیں، ہاں خلافِ اولیٰ ہے، اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں گزرے، ورنہ اتنا بھی نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۶۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں،

''اگر مؤذن موجود ہے، تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لئے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر، کسی دوسرے کو تکبیر کے لئے کہے۔ شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہے۔ اجازتِ مؤذن کے بغیر اقامت مناسب نہیں کہ شائد وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۴۱۸)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اہلِ کتاب یعنی عیسائیوں یا یہودیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان لوگوں کا ذبیحہ کھانا جائز ہے، لیکن اس سے بچنا اور احتیاط اختیار کرنا بہتر ہے۔''

ان کے نکاح اور ذبیحہ کے جواز پر دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالیشان ہے،

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ط وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ ۔یعنی آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا (یعنی ان کا ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔'' (پ٦۔المائدۃ۔٥)

فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب ''فتح القدیر'' میں ہے،

یجوز تزوج الکتابیات والاولیٰ ان لایفعل ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ ۔یعنی کتابیات سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ (یعنی زیادہ بہتر) یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ بلا ضرورت کھایا جائے۔''

(کتاب النکاح۔فصل فی بیان المحرمات)

یقیناً ذہن میں سوال پیدا ہوگا کہ جب ان سے جوازِ نکاح کا ثبوت قرآن کریم سے حاصل ہو چکا، تو احتیاط کا حکم کس وجہ سے دیا جا رہا ہے؟.....

اس سوال کے جواب سے قبل ایک تمہید کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ان سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے حوالے سے علماءِ اسلام کے دو گروہ ہیں۔

ایک گروہ، مذکورہ دونوں چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اہل کتاب سے نکاح وغیرہ اس وقت جائز تھا کہ جب یہ ارتکاب

شرک نہ کرتے ،لیکن چونکہ عیسائی، حضرت عیسی (علیہ السلام) کو خدایا خدا کا بیٹا..اور.. یہودی ،حضرت عزیر (علیہ السلام) کے بارے میں یہی عقیدہ رکھنے کی بناء پر مشرک ہو چکے،تو اب ان سے نکاح وغیرہ حرام ہے۔قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالٰی نے ان کے اس عقیدۂ فاسدہ کی بناء پر انہیں مشرک قرار دیا ہے۔ چنانچہ

فرمان باری تعالٰی ہے،

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۔یعنی اور یہودی بولے،عزیر،اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ بولے، مسیح ،اللہ کا بیٹا ہے۔''

اس کے آخر میں ارشادفرمایا،

''سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔اسے پاکی ہے ان کے شرک سے۔''

(پ١٠۔توبہ۔٣٠۔٣١)

اور مشرکین سے نکاح حرام ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں ارشادفرمایا،

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۔اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک مسلمان نہ ہو جائیں۔'' (پ٢۔بقرہ۔٢٢١)

فتح القدیر میں اس مذہب کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا،

''علماء کا فرمان ہے کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسٰی (علیہ السلام) کو خدا نہ مانتے ہوں،لیکن اگر وہ انہیں خدا تسلیم کرتے ہوں،تو پھر حلال نہ ہوگا۔'' اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ ''مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس صورت

میں نہ کھائیں کہ جب وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر (علیہ السلام) کو الٰہ مانتے ہوں اور ان صورتوں میں ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں، اسی پر فتویٰ ہے۔''

(فتح القدیر بحوالہ المستصفی۔ کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المحرمات)

جب کہ دوسرا گروہ ان سے نکاح کے جواز اور ان کے ذبیحے کے حلال ہونے کا قائل ہے، ان کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ،

''اہل کتاب اگر چہ شرک کے مرتکب ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے انہیں مشرک نہیں کہا جاتا، بلکہ ان پر لفظِ مشرک کا اطلاق، لغوی اعتبار سے ہوتا ہے، بالکل اسی طرح کہ جیسے رحمتِ کونین (ﷺ) کی جانب سے ریاء کو شرکِ اصغر قرار دینے کی بناء پر، ریاکار کو لغوی اعتبار سے مشرک کہا جا سکتا ہے، نہ کہ شرعی اعتبار سے۔

شریعت کی اصلاح میں مشرک کا لفظ اس شخص پر بولا جاتا ہے کہ جو کسی نبی اور کتابِ آسمانی کی اتباع کے دعویٰ کے بغیر کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات وصفات میں شریک کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر علحیدہ علحیدہ فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے،

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۔یعنی کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے، جب تک ان پر روشن دلیل نہ آئے۔'' (پ ۳۰۔ البینہ۔۱)

کچھ آگے ارشاد ہوا،

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ

فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ۔یعنی بے شک جتنے کافر ہیں، کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں۔" (پ ۳۰۔البینۃ ۔ ٦)

اگر یہ دونوں شرک میں برابر ہوتے، تو انہیں ایک ہی عنوان کے تحت جمع کیا جاتا۔

یہاں یہ وہم بھی پیدا نہ ہونے پائے کہ "شائد نزول قرآن کریم کے وقت اہل کتاب مبتلائے شرک نہ تھے، اس وجہ سے ذکر میں علیحدگی نظر آتی ہے۔"

کیونکہ آج کی مثل، نزول قرآن کے وقت بھی یہ لوگ اسی طرح شرک میں مبتلاء تھے، جیسا کہ انہیں تین خدا ماننے سے روکنے کے بارے میں خود قرآن کی گواہی موجود ہے، ارشاد ہوتا ہے،

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۔یعنی اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو، اللہ تو ایک ہی خدا ہے، پاکی ہے اسے کہ اس کے لئے کوئی بچہ ہو۔ (پ ٦۔النساء۔١٧١)

اور حضرت عیسی (علیہ السلام) کو الٰہ ماننے والوں کو کافر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔یعنی بے شک کافر ہیں، وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔" (پ ٦۔المائدۃ۔٧٢)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم مبارک، ان کے ابتلائے شرک اور نظریاتِ فاسدہ کو محیط تھا، لیکن اس کے باوجود نہ صرف انہیں مشرکین سے جدا ذکر فرمایا، بلکہ ان کی عورتوں سے نکاح اور انکے ذبیحہ کو مسلمانوں کے لئے حلال قرار دے دیا۔ لھذا ان

سے نکاح جائز اوران کا ذبیحہ حلال مانا جائے گا۔

حضرت علامہ مولانا کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام (قدس سرہ) ''فتح القدیر'' میں ذکر کردہ تفصیل کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''مطلق لفظ الشرک اذا ذکر فی لسان الشارع لاینصرف الی اهل الکتاب وان صح لغة فی طائفة بل طوائف واطلق لفظ الفعل اعنی یشرکون علی فعلهم کما ان من رأی بعمله من المسلمین فلم یعمل الالاجل زید یصح فی حقه انه مشرک لغة ولا یتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرک ارادته لما عهد من ارادته به من عبد مع الله غیره ممن لایدعی اتباع نبی وکتاب ولذلک عطفهم علیه فی قوله تعالیٰ ''لم یکن الذین کفروا من اهل الکتب والمشرکین منفکین'' ونص علی حلهم بقوله تعالیٰ'' والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ای العفائف منهن الخ ۔یعنی جب لفظ مشرک مطلقاً ذکر کیا جائے، تو شرعی اصطلاح میں اہل کتاب کو شامل نہ ہوگا، اگر چہ لغت کے اعتبار سے اہل کتاب کے کسی گروہ ، بلکہ کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے۔ اہل کتاب کے فعل پر صیغہ'' یشرکون'' کا اطلاق ایسے ہی ہے، جیسے کسی ریاکار مسلمان کے اس عمل پر، جس کو وہ (مثلاً) زید کی خوشنودی کے لئے کررہا ہے۔ تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ لغوی اعتبار سے مشرک ہے۔ شرعی اصطلاح میں مطلقاً لفظِ مشرک کا استعمال صرف اس شخص کے لئے متبادر ہوتا ہے، جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک کرے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول (یعنی) ''لم یکن الذین

کفروا من اھل الکتب والمشرکین منفکین ''میں اہل کتاب پر مشرکین کا عطف کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول،'' والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ''میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے کو صراحۃً بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اہل کتاب کی عفیفہ عورتیں حلال ہیں۔'' (فتح القدیر۔ کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المحرمات)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود ونصاریٰ مطلقاً اہل کتاب ہیں، ان پر احکام مشرکین جاری نہ ہوں گے۔'' (فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۴ (جدید)۔ صفحہ ۱۱۷)

اس تمہید کے بعد ماقبل ذکر کردہ سوال کا جواب یہ ہے کہ ان کے نکاح وذبیحہ کی حلت، حکم قرآنی کی بناء پر ہے اور ان سے مذکورہ امور میں احتیاط کا حکم، علماء کے اختلاف کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ'' (اہل کتاب بدلائل مشرک نہیں) مگر پھر بھی جب کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے اور (ان سے نکاح وغیرہ حرام ہونے کے) قول پر فتویٰ بھی منقول ہو چکا، تو احتیاط اسی میں ہے کہ ان کی عورتوں اور ذبائح سے بچا جائے کہ اختلافِ ائمہ کے مقام میں بے احتیاطی اختیار کرنا محتاط آدمی کا کام نہیں۔

اگر حقیقت میں یہ لوگ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک فقط اہل کتاب ہی ہوئے، تب بھی ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبائح کھانے میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ ہی یہ امور شرعاً ہم پر لازم کئے گئے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اس کی

ضرورت ہے۔

اور اگر دوسرے علماء کی تحقیق درست وحق ثابت ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشرک ہی ہوئے، تو پھران سے نکاح زنائے محض ہوگا اور ذبیحہ مطلقاً حرام۔تو عاقل کا یہ کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے کہ جس کی ایک جانب نامحمود ہواور دوسری جانب حرام قطعی۔'' (فتاویٰ رضویہ۔جلد۱۴(جدید)۔صفحہ۱۱۷)

اور صفحہ''۳۲۸''پر ارشاد فرمایا،

''ان کی عورتوں سے نکاح ہو جائے گا،اگر چہ ممنوع وگناہ ہے۔''

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مقتدیوں کے لئے جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا، جائز نہیں۔''

ردالمحتار میں ہے،

''اجابة الاذان ح مکروہ۔یعنی اس وقت اذان کا جواب دینا مکروہ ہے۔'' (باب الجمعۃ)

درِمختار میں ہے،

''اذاخرج الامام من الحجرة ان كان و الافقيامه للصعود فلاصلوة و لا كلام الى تمامها۔یعنی اور جب امام حجرہ سے نکلے،اگر حجرہ ہو،ورنہ امام کا منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہونا معتبر ہے۔تو اس وقت سے ختم خطبہ تک،نہ کوئی نماز جائز ہےاور نہ کوئی کلام۔'' (باب الجمعۃ)

امام اہل سنت،اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں،

''ہاں یہ جوابِ اذان یا دعا، اگر دل سے کریں، زبان سے بالکل تلفظ نہ ہو، تو کوئی حرج نہیں۔

اور امام یعنی خطیب تو زبان سے بھی اذان کا جواب دے.. یا.. دعا کرے، تو بلا شبہہ جائز ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں یہ دونوں امور، رسول اللہ (ﷺ) سے ثابت ہیں۔''
(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۶۶)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''خلیفہ، سلطان سے اعلیٰ ہوتا ہے۔''

اس دعویٰ کی مکمل وضاحت کے لئے خلیفہ و سلطان کے مابین فرق جاننا بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ قابل حفظ بات ہے کہ ان دونوں کے درمیان سات اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔

(1) خلیفہ حکمرانی و جہان بانی میں سید الانبیاء (ﷺ) کا نائب اور تمام امت پر اختیار رکھنے والا ہوتا ہے۔

شرح عقائد نسفی میں ہے،

(خلافتهم) ای نیابتهم عن الرسول فی اقامة الدین بحیث یجب علی کافة الامم الاتباع ۔ یعنی ان کی خلافت یعنی اقامتِ دین میں رسول اللہ (ﷺ) کی نیابت کا مقام یہ ہے کہ تمام امت پر اس کی پیروی اختیار کرنا واجب ہے۔'' (ص ۱۰۸)

روئے زمین میں کفار کی جانب سے اطاعت و تسلیم نہ ہونے کی صورت میں

اس کی خلافت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یونہی اگر کوئی مسلمان اسے نہ مانے، تو خلافت پر فرق نہیں پڑتا، وہ مسلمان خود باغی کہلائے گا۔

اور شرعی اصطلاح میں **سلطان** وہ بادشاہ ہے، جس کا تسلطِ قہری، ملکوں پر ہو، چھوٹے چھوٹے والیانِ ملک اس کے زیرِ حکم ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

(i) مُوَلّٰی:۔

یعنی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو۔ یہ اتنے علاقے پر ولایت رکھے گا، جتنے پر خلیفہ اسے مقرر کرے۔

(ii) مُتَغَلِّب:۔

وہ شخص کہ جس نے تلوار کے زور پر ملک پر قبضہ کرلیا۔ اس کی ولایت فقط اپنے قبضہ شدہ علاقے پر ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے،

قد یکون بالتغلب وھو الواقع فی سلاطین الزمان۔ یعنی کبھی تغلب سے امام ہو جاتا ہے، جیسے موجودہ دور کے سلاطین حضرات۔" (باب البغاۃ)

(2) تمام امت پر فرض ہے کہ غیر معصیتِ الٰہی میں خلیفہ کی مکمل طور پر اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ نائبِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

جب کہ سلطان کی اطاعت فقط اس کے علاقے والوں پر لازم ہوگی۔

پھر اگر وہ **مُوَلّٰی** ہے، تو اس وجہ سے کہ اس کا حکم دراصل خلیفہ کا ہی حکم ہے اور خلیفہ کا حکم، گویا کہ سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہی امر ہے۔

اوراگر مُتَغَلِّب ہے، تواس کی اطاعت کی وجہ اس کا منصب نہیں کہ وہ شرعی نہیں، بلکہ دفع فتنہ اوراپنے تحفظ کی غرض سے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

واما لوتغلب عبد بطریق الشوکة فان طاعته تجب اخماد الفتنة مالم یامر بمعصیة ۔یعنی اوراگرکوئی غلام اپنی شوکت سے زبردستی ملک دبا بیٹھے،تو فتنہ دبانے کے لئے اس کی اطاعت بھی واجب ہوگی، جب تک کسی گناہ کا حکم نہ دے۔'' (فتح الباری۔باب السمع والطاعۃ للامام.....)

(3) خلیفہ نے جس مباح چیز کا بھی حکم دے دیا، حقیقۃً فرض ہوگیا کہ اس کی اطاعت فرض ہے اور جس سے منع کیا، وہ حقیقۃً حرام ہوگیا۔ یہاں تک کہ تنہائی وخلوت میں بھی اس کا خلاف کرنا جائز نہیں۔

خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام اعظم (قدس سرہ) کوفتویٰ دینے سے منع کردیا تھا۔ایک عورت نے گھر میں مسئلہ پوچھا، امام صاحب (قدس سرہ) نے فرمایا،''میں جواب نہیں دے سکتا،خلیفہ نے منع کیا ہے۔''

یہاں سے معلوم ہوا کہ مباح کام تو درکنار،خلیفہ کا حکم فرض کفایہ پربھی غالب ہے، جب کہ اس کے ادا کرنے والے دوسرے لوگ موجود ہوں کہ اب فرض کفایہ کا ترک، گناہ نہیں، ورنہ اطاعت لازم نہ رہتی۔

اور سلطان متغلب ،جس کی ولایت خلیفہ کی وجہ سے نہیں، اس کے امرونہی سے مباحات، واجب وحرام نہ ہوں گے۔اگراسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو،تو مباح اپنی اباحت پر رہے گا۔علامہ شہاب الدین خفاجی (قدس سرہ) کے زمانے میں سلطان

نے لوگوں کو حقہ پینے سے منع کیا، یہ پردہ ڈال کر پیا کرتے تھے۔

(4) خلیفہ، ایک وقت میں کل جہان میں ایک ہی ہوسکتا ہے۔ جب کہ سلطان دس ملکوں میں دس بھی ہو سکتے ہیں۔

(5) انعقادِ سلطنت میں ہر سلطان، اجازتِ خلیفہ کا محتاج ہے۔ جب کہ ایک سلطان دوسرے سلطان کو اذن سلطنت نہیں دے سکتا۔

(6) خلیفہ کو کوئی بڑے سے بڑا سلطان معزول نہیں کرسکتا۔ لیکن خلیفہ کسی بھی سلطان کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

(7) خلیفہ کے لئے آزاد ہونا شرط ہے۔ جب کہ سلطانی کے لئے اس کی شرط نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے غلام، سلطان ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ خلیفہ کا مرتبہ سلطان سے بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کے ساتھ کبھی سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس میں اس کی شان گھٹانا لازم آتا ہے۔ چنانچہ آج تک سلطان ابوبکر، سلطان عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وغیرہ نہیں سنا گیا۔

لیکن خوب خیال رہے کہ یہ تمام بحث کسی کو شرعی لحاظ سے خلیفہ کہنے کے بارے میں ہے۔ چنانچہ اگر کسی کو عرفاً خلیفہ کہہ دیا جائے، مثلاً سلطان وغیرہ کو، تو اس سے خلیفہ کی شرعی اصطلاح میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی۔ یہ بالکل اس طرح ہوگا کہ بشر میں انبیاء (علیہم السلام) کے سوا کسی اور کے معصوم نہ ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے، چنانچہ کسی دوسرے کو معصوم ماننے پر وہ اہل سنت سے خارج ہو جائے گا، لیکن عرفاً بچوں کو بھی معصوم کہہ دیا جاتا ہے اور اس سے خروج اہل سنت لازم نہیں آتا۔

(ملخص از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۱۸۴)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکرِ مبارک ''غریب، فقیر، مسکین، بیچارے اور یتیم'' جیسے حقیرانہ الفاظ کے ساتھ کرنا نا جائز و حرام اور باعظمت الفاظ کے ساتھ یاد کرنا واجب و ضروری ہے۔''

ردالمحتار میں ہے،

یجب ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم باسماء معظمۃ فلایجوز ان یقال انہ فقیر غریب مسکین ۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکرِ مبارک باعظمت الفاظ کے ساتھ کرنا واجب ہے۔آپ کو فقیر، غریب اور مسکین کہنا جائز نہیں۔'' (مسائل شتی)

شرح زرقانی میں ہے،

''الیتیم من الیتم موت الاب قبل بلوغ الولداومن الانفراد کدرۃ یتیمۃ کماقیل فی قولہ تعالیٰ الم یجدک یتیمااى واحدافی قریش عدیم النظیرانتھی ومذھب مالک لایجوز علیہ ھذاالاسم ۔یعنی لفظِ یتیم، یتم سے ہے یعنی بچے کے بالغ ہونے سے پہلے باپ کا فوت ہونا.. یا..اس کا معنی ''منفرد و یکتا ہونا'' ہے۔جیسے کہا جاتا ہے، دریتیم (یعنی یکتا موتی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان ''**الم یجدک یتیما** (کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا)'' کے تحت مفسرین کرام نے فرمایا ''یعنی قریش میں آپ کی مثال نہیں ملتی، آپ یکتا ہیں۔انتھی ۔امام مالک کا (قدس سرہ) فتوی یہ ہے کہ اس نام (یعنی یتیم) کا اطلاق آپ کی ذات پر جائز نہیں۔''

الشفاء بتعریف حقوق المصطفی میں ہے،

''افتی فقهاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقة الطليطلی وصلبه بما شهد عليه من استخفافه بحق النبی صلی الله عليه وسلم وتسميته اياه اثناء مناظرته باليتيم وختن حيدروزعمه ان زهده علی الصلوة والسلام لم يكن قصداولو قدرعلی الطيبات اكلها ۔یعنی فقہاء اندلس نے ابن حاتم متفقۃ الطلیطلی کے قتل اور اسے پھانسی دینے کا حکم دیا تھا، کیونکہ اس کے خلاف یہ شہادت ملی تھی کہ اس نے دوران مناظرہ رسول اللہ (ﷺ) کے مقام اعلیٰ کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ کو یتیم اور حیدر کا سسر کہا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ آپ کا زہد اختیاری نہ تھا اور اگر آپ محبوب اشیاء کے استعمال پر قادر ہوتے، تو ضرور انہیں تناول فرماتے۔'' (الباب الاول فی بیان ماھوفی قول (ﷺ))

اسی میں ہے،

''افتی ابو الحسن القابسی فی من قال فی النبی صلی الله عليه وسلم الجمال يتيم ابی طالب بالقتل لظهور استهانته بذلک ۔ یعنی امام ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا کہ جس نے رسول اللہ (ﷺ) کو اونٹوں والا ابو طالب کا یتیم کہا، کیونکہ یہ آپ کے حق میں توہین ہے۔'' (ایضاً)

اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کہنے والوں کی تین اقسام کی جائیں گی اور ہر قسم کا حکم جدا ہوگا۔ چنانچہ

﴿1﴾ اگران الفاظ کے کہنے والے کی اگلی پچھلی باتوں.. یا.. طرز ادا.. یا.. کسی اور علامت سے ظاہر ہو جائے کہ اس نے معاذ اللہ رسول اللہ (ﷺ) کی توہین وتنقیص کا ارادہ کیا ہے، تو یقیناً کافر و مرتد ہے۔

﴿2﴾ اور اگر ایسا نہیں اور کہنے والا جاہل ہے، اس سے اس قسم کے الفاظ کا صدور کبھی کبھار ہی ہوا ہے اور اسے سمجھایا جائے، تو پھر انہیں بار بار استعمال بھی نہیں کرتا، تو اسے ہدایت ونصیحت کی جائے گی، ڈانٹ ڈپٹ کریں گے اور اگر حاکم اسلام موجود ہو، تو اس کے مناسب حال اسے کوئی نہ کوئی سزا بھی دے۔

﴿3﴾ یونہی اگر ارادۂ توہین ظاہر نہ ہو، لیکن ان الفاظ کو ادا کرنے والا صاحبِ علم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے.. یا.. ایسے کلمات ادا کرنے کا عادی ہے.. یا.. تنبیہ کرنے کے باوجود بھی ان پر اصرار کرتا ہے، تو مریض قلب، بددین، گمراہ، مستحق عذابِ شدید ہے۔ سلطان اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستی ناپاک سے پاک کرے گا۔ عام مسلمانوں کو اس کی صحبت سے بچنا لازم اور اسے امام وواعظ بنانا، اس کا وعظ سننا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع وحرام ہوگا۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۲۶)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حرام فعل کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔''

مثلاً کسی مقام پر جانوروں کو لڑایا جا رہا ہے.. یا.. ماتم وسینہ کوبی ہو رہی ہو، تو چونکہ یہ افعال حرام ہیں، لھذا ان کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان

ہے،

''فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (پ ۷۔الانعام۔۶۸)

تفسیراتِ احمدیہ میں اسی آیتِ پاک کے تحت ہے،

''دخل فيه الكافر والمبتدع والفاسق والقعود مع كلهم ممتنع۔یعنی اس آیت کے حکم میں ہر کافر و بدعتی و فاسق داخل ہے، ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔''

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔''

کیونکہ یہ حرام کام میں امداد و اعانت ہے اور ایسا تعاون من جانب اللہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

''وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔'' (پ ۶۔المائدہ۔۲)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مہاتما کا مطلب روح اعظم ہے اور روح اعظم، افضل الملائکہ یعنی حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کا لقبِ خاص ہے، چنانچہ کسی کافر و مشرک کے لئے ایسے لفظ کا استعمال حرام ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے کسی نے سوال کرتے ہوئے مہاتما گاندھی کا لفظ لکھا۔آپ نے تنبیہہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا،

''سائل نے مہاتما لکھا، یہ حرام ہے۔مہاتما بمعنی روح اعظم ہے کہ خاص لقب افضل الملائکہ علیہ وعلیھم الصلوۃ والسلام (ہے)۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۱۵۔صفحہ ۱۰۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جمعے کی دوسری اذان سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے زمانے میں نہ تھی، اس کی ابتداء حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانہ مبارکہ سے ہوئی۔''

مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں،

''زمانہ اقدس حضور سیدِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صرف ایک اذان ہوتی تھی۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تشریف فرما ہوتے، تو آپ کے رخ انور کی جانب، مسجد کے دروازے پر یہ اذان دی جاتی تھی۔آپ کے زمانہ اقدس میں مسجدِ نبوی کے صرف تین دروازے تھے۔ایک مشرق کی جانب، جو حجرہ مبارکہ سے متصل تھا اور جس میں سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد میں تشریف لاتے، اس کی سمت پر اب بابِ جبریل (علیہ السلام) ہے۔دوسرا مغرب کی طرف، جس کی سمت پر اب باب الرحمۃ ہے۔تیسرا شمال میں جو خاص منبر اطہر کے مقابل ہے۔اسی دروازے پر اذان ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔زمانہ صدیق اکبر وعمر فاروق وابتدائے خلافتِ

عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں یہی ایک اذان ہوتی رہی۔ لیکن جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور حاضری مسجد میں کسل وسستی واقع ہونے لگی، تو حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک اذان، خطبہ شروع ہونے سے پہلے، بازار میں دلوانی شروع کی۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔ جلد ۵۔ صفحہ ۳۹۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جمعے کی دوسری اذان مسجد میں دینا، بدعت ہے۔''

فتاویٰ رضویہ (جدید) میں ہے،

''مسجد کے اندر اذان کا ہونا، ائمہ کرام نے منع فرمایا۔ یہ مکروہ وخلافِ سنت ہے۔ یہ طریقہ نہ زمانہ اقدس سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تھا، نہ زمانہ خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں، نہ کسی صحابی کی خلافت میں۔ نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی، نہ اس کا جاننا ہم پر لازم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی، بادشاہِ ظالم کی ایجاد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہر حال جب زمانہ اقدس اور خلافتِ خلفاء راشدین میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ نے صاف لکھ دیا کہ ''مسجد میں اذان نہ دی جائے، مسجد میں اذان مکروہ ہے۔'' تو ہمیں سنت اختیار کرنی چاہیئے اور بدعت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔'' (جلد ۵۔ صفحہ ۴۰۵)

ایک اور مقام پر ہے،

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے مسجد کے اندر اذان کہلوانا، کبھی ایک بار بھی ثابت نہیں۔ جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں، رسول

اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر اس کا افتراء کرتے ہیں۔ ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں۔ البتہ پہلی اذان کے بارے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ "اسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کرلایا"... لیکن اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر اذان دلوائی، بلکہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ پہلی اذان بازار میں دلواتے تھے، ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی۔

رہی یہ دوسری اذان خطبہ، اس کی نسبت واضح طور پر موجود ہے کہ ہشام نے اس میں کوئی تغیر نہ کیا، اسی حالت میں باقی رکھی، جیسی زمانۂ رسالت (ﷺ) وخلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)، شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں،

"فلما کان عثمن امر بالاذان قبله علی الزوراء ثم نقله هشام الی المسجدای امر بفعله فیه وجعل الاخرالذی بعد جلوس الخطیب علی المنبربین یدیه بمعنی انه ابقاه بالمکان الذی یفعل فیه فلم یغیره بخلاف ماکان بالزوراء فحوله الی المسجدعلی المنار۔ یعنی جب حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفہ ہوئے، تو آپ نے اذان خطبہ سے قبل ایک اذان، بازار کے ایک مکان کی چھت پر دلوائی۔ پھر اس اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کرلایا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے، وہ خطیب کے مواجھہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی، وہیں باقی رکھی۔ اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیلی نہ کی، بخلافِ بازار والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا۔" (المقصد التاسع فی عبادتہ (ﷺ))

ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کے مقابل کہنے کو بدعت کہتے ہیں اوراس کا بھی منارہ پر ہی ہونا سنت بتاتے ہیں۔ان میں سے بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ

''سب سے پہلے امام کے سامنے اذان، ہشام نے کہلوائی۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے زمانے میں یہ اذان بھی محاذاتِ امام میں نہ ہوتی تھی، منارہ پر ہی تھی۔''

لیکن اس کلام سے بھی فقط اتنا ہی ثابت ہوا کہ اذان کے سامنے ہوا کرتی تھی، یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ مسجد میں ہی ہوا کرتی تھی؟.... چنانچہ بے چارے ہشام سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ، مسجد کے اندر، منبر کے برابر کہلوائی، جیسی کہ اب کہی جانے لگی ہے۔اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی۔

اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی، تو کیا اس کے قول وفعل کو حجت قرار دیا جاسکتا ہے؟...وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے، جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیٹے، امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پوتے، امام زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے، امام باقر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بھائی یعنی سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کروایا، پھر سولی دلوائی۔اور پھر اس پر یہ ظلم شدید کہ نعش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا، برسوں سولی ہی پر رہی۔جب ہشام مرگیا، تب نعش مبارک دفن ہوئی۔ان برسوں میں بدن مبارک کے کپڑے گل گئے تھے، قریب تھا کہ بے ستری ہو، اللہ عزوجل نے مکڑی کو حکم فرمایا، چنانچہ اس نے ان کے

بدن پر ایسا جالا' تان دیا کہ بجائے تہبند کے ہو گیا۔ رسول اللہ (ﷺ) کو بعض صالحین نے خواب میں دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سولی سے پشتِ اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں، ''میرے بیٹوں کے ساتھ یہ کچھ کیا جاتا ہے۔''....رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مقابلے میں ایسے ظالم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی سنت کو چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی، کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے؟.....'' (جلد ۵۔ ۴۰۹)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ماں باپ اگر چہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوں، جائز باتوں میں ان کی اطاعت فرض ہے، ہاں اگر ناجائز کام کا حکم دیں، تو اطاعت نہ کی جائے گی۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

''اطاعتِ والدین، جائز باتوں میں فرض ہے، اگر چہ وہ خود مرتکبِ کبیرہ ہوں۔ ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے، مگر اس کے سبب یہ شخص، امورِ جائزہ میں اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں، تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔ حدیث میں ہے،

''لَاطَاعَةَ لِاَحَدٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل۔حدیث الحکم بن عمرو الغفاری)

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۲۱۔صفحہ ۱۵۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ماں باپ اگر گناہوں میں مشغول ہوں، تو انہیں نرمی سے سمجھایا جائے، سختی کرنا جائز نہیں اور اگر وہ جواب میں کہیں کہ ضرور ایسا کریں گے، تو بعض صورتوں میں گناہِ کبیرہ اور بعض میں کفر ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

''ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں، تو نرمی وادب کے ساتھ گزارش کرے۔ اگر مان لیں، تو بہتر، ورنہ سختی نہیں کرسکتا، بلکہ غائبانہ طور پر ان کے لئے دعا گو رہے۔اور گناہ سے روکنے پر ان کی جانب سے یہ جاہلانہ جواب دینا کہ ''یہ تو ضرور کریں گے.. یا..توبہ سے انکار کرنا'' دوسرا کبیرہ گناہ ہے۔ اسے مطلقاً کفر قرار نہیں دے سکتے، جب تک کہ کسی قطعی طور پر حرام شے کو حلال جاننے .. یا.. کسی حکم شرع کی توہین کرنے کے طور پر نہ ہو۔لیکن اس صورت میں بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت منع نہ کی جائے گی۔ ہاں اگر ان کا یہ انکار بروجہِ کفر ہو مثلاً کسی حکم شرع کی توہین کرنے کے طور پر، تو وہ مرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔جلد ۲۱۔صفحہ ۱۵۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اذان کے بعد اور اقامت سے قبل صلوۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔''

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے دریافت کیا گیا کہ

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل ''الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ'' پڑھنا باآوازِ بلند، چاہیئے یا نہیں؟... ایک شخص کہتا ہے کہ صلوۃ وسلام کہنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے، جواب سے مشرف فرمایا جائے۔''

آپ نے جواباً فرمایا،

''پڑھنا چاہیئے اور صلوۃ وسلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ دوسروں کو خبر دینے کے لئے ہے اور یہ اس میں ترقی کا باعث ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۵۔ صفحہ ۴۲۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''خواب کبھی اللہ تعالیٰ، کبھی فرشتے، کبھی حدیثِ نفس اور کبھی شیطان کی جانب سے ہوتا ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ان خوابوں کی علامات ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں،

''اللہ تعالیٰ کی جانب سے القاء شدہ خواب بالکل صاف، واضح اور احتیاجِ تعبیر سے بری ہوتا ہے۔

فرشتے کی جانب سے القائے خواب سے گزشتہ وموجودہ وآئیندہ غیب ظاہر

ہوتے ہیں۔ یہ خواب اکثر قریب یا بعید تاویل کے پردے میں ہوتے ہیں، لھذا محتاج تعبیر ہوتے ہیں۔

شیطان کی جانب سے خواب، اکثر وحشتناک ہوتا ہے۔ شیطان، آدمی کو ڈراتا یا اس سے کھیلتا ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ کسی کے سامنے ذکر نہ کرو کہ تمہیں ضرر نہ دے گا۔ ایسا خواب نظر آئے، تو بائیں جانب تین بار تھوک دے اور اعوذ باللہ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھے۔

اور حدیثِ نفس کہ دن میں جو خیالات قلب پر غالب رہتے ہیں، جب نسان سوتا ہے، تو ان ہی خیالات کی شکلیں سامنے آتی ہیں۔ یہ خواب مہمل و بے معنی ہوتے ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۱۹۔ بتغیر ما)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''دورانِ اذان کسی کی جانب سے پہلے اذان ہو چکنے کی اطلاع پر کبھی فوراً رک جانے اور کبھی نہ رکنے کا حکم ہے۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

(1) اگر مسجد، مسجدِ محلہ ہے، جہاں کے لئے امام و جماعت متعین ہے اور جماعتِ اولیٰ ہو چکی ہے اور اب بعد میں کچھ لوگ جماعت کے لئے آئے اور ان کو اذان کی اطلاع نہ تھی، اذان شروع کر دی، پھر اطلاع ہوئی، تو فوراً رک جائے۔ کیونکہ مسجدِ محلّہ میں دوسری جماعت کے لئے دوبارہ اذان دینا ممنوع ہے۔

(2) اور اگر مسجد عام ہے مثلاً بازار و سرائے و اسٹیشن وغیرہ کی مساجد، تو ہرگز

نہیں رکنا چاہیئے ، بلکہ حکم ہے کہ اذان پوری کرے کہ اس صورت میں دوبارہ اذان مسنون ہے، جبکہ روکنا جہالت ۔

(3) اور اگر مسجدِ محلّہ یا مسجدِ عام ہے اور جماعتِ اولیٰ ابھی تک نہ ہوئی ،تو اب اختیار ہے۔ چاہے رک جائے اور چاہے پوری کرے۔لیکن پورا کرنا افضل ہے۔وجہ یہ کہ اس صورت میں نہ کوئی ممانعت ہے اور نہ ہی دوبارہ اذان کا کوئی حکم ۔ چنانچہ اب اختیار دیا جائے گا۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) ۔جلد ۵ ۔صفحہ ۳۹۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کفار کے میلوں میں جانا، اگرچہ تجارت کی نیت سے ہو، ناجائز اور بسا اوقات، سببِ کفر ہے۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

''کفار کے میلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(i) مذہبی۔ (ii) لہو ولعب یعنی کھیل کود کے۔

اگر ان کا مذہبی میلہ ہے کہ جس میں وہ اپنا کفر و شرک ظاہر کریں گے ،تو اس میں شرکت حرام و گناہِ کبیرہ ہے، لیکن کفر نہیں ۔ہاں اگر شریک ہونے والا ان کے کسی فعل کفر کو دیکھ کر پسند کرے ..یا.. ہلکا و معمولی سمجھے ،تو کافر ہے۔اس صورت میں یہ اسلام سے اور اس کی عورت ،نکاح سے خارج ہو جائے گی ۔کفریات کو تماشہ بنانا بڑی گمراہی ہے۔حدیثِ پاک میں ہے،

''من کثر سواد قوم فھو منھم ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ۔ یعنی جوکسی قوم کی تعداد بڑھائے، وہ انہیں میں سے ہے اور جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے، وہ اس کام کرنے والوں کا شریک ہے۔'' (نصب الرایۃ لاحادیثِ الھدایۃ بحوالہ ابی یعلی۔ کتاب الجنایات)

اور اگر کھیل کود کا میلہ ہے، جب بھی یقیناً منکرات وقبائح سے خالی نہیں ہو سکتا اور برے کاموں کو تماشہ بنانا جائز نہیں۔

ردالمحتار میں ہے،

''کرہ کل لھو والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعہ۔ یعنی ہر کھیل مکروہ ہے اور (حدیث میں) اس کو مطلقاً یعنی بغیر کسی قید کے ذکر کرنا، اس کے کرنے اور سننے دونوں کو شامل ہے۔'' (کتاب الحظر والاباحۃ)

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے،

''یظھر من ذلک حرمۃ التفرج علیھم لان الفرجۃ علی المحرم حرام۔ یعنی اس سے (کھیل تماشوں) پر خوشی منانے کی حرمت واضح ہوتی ہے، کیونکہ کسی حرام کام پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔'' (خطبۃ الکتاب)

یعنی شعبدہ باز، بازیگر کے افعال حرام ہیں اور ان کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے کہ حرام کو تماشا بنانا بھی حرام ہے۔ خصوصاً اگر کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جانا، تو آفتِ شدید ہے اور اس وقت بھی تجدید اسلام وتجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔''

اور اگر کوئی ان میں تجارت کے لئے جائے، تو اگر مذہبی میلہ ہے، تو

جانا ناجائز وممنوع ہے کہ اب وہ ان کی عبادت کا مقام ہے اور عبادت گاہِ کفار میں جانا ممنوع۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

''یکرہ للمسلم الدخول فی البیعة والکنیسة وانمایکرہ من حیث انه مجمع الشیاطین ۔یعنی یہودیوں کی عبادت گاہ اور عیسائیوں کے چرچ میں کسی مسلمان کا داخل ہونا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ شیاطین کے جمع ہونے کی جگہیں ہیں۔'' (کتاب الکراہیۃ)

مندرجہ بالا عبارت میں مکروہ سے مراد ''مکروہ تحریمی'' ہے۔ کیونکہ مطلقاً مکروہ سے مکروہِ تحریمی ہی مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ

بحرالرائق میں ہے،

''والظاهر انها تحریمیة لانها المرادة عند اطلاقهم ۔یعنی ظاہر یہ ہے کہ کراہتِ تحریمی مراد ہے، کیونکہ جب بغیر کسی قید کے ذکر کیا جائے، تو وہی مراد ہوتی ہے۔''

(ردالمحتار بحوالہ البحر الرائق ۔ کتاب الصلوۃ ۔ مطلب تکرہ الصلوۃ فی الکنیسۃ)

اور اگر کھیل کود کا میلہ ہے۔ تو تجارت کے جواز کی صورت یہ ہوگی کہ خود کھیل کود میں مشغول نہ ہو، نہ اسے دیکھے اور نہ وہ چیزیں بیچے، جو ان کے لہو ولعبِ ممنوع کی ہوں۔ پھر بھی جانا مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہر وقت لعنت نازل ہونے کا مقام ہے، چنانچہ اس سے دور رہنے میں ہی عافیت وسلامتی ہے۔

ردالمحتار میں ہے،

''ھم محل نزول اللعنة فی کل وقت ولاشک انه یکره السکون فی جمیع یکون کذلک بل وان یمرفی امکنتھم الاان یھرول ویسرع ۔یعنی مقاماتِ کفار ہر وقت محل لعنت ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی مقامات اس طرح کے ہوں، ان میں ٹھہرنا مکروہ ہے، بلکہ (حکم یہ ہے کہ) ان کے مقامات کے قریب سے گزرنا ہو، تو تیزی کے ساتھ اور دوڑ کر گزرے۔''
(ایضاً)

اور اگر ایسا شخص خود شریک ہو.. یا. تماشا دیکھے .. یا..ان کے ممنوعہ کھیل کود کی اشیاء فروخت کرے، تو خود ہی گناہ و ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے،

''ان ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والا تنزیھا ۔یعنی بے شک وہ چیزیں کہ جن کے ساتھ بعینہ گناہ قائم ہو، تو اس کا بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔لیکن اگر ایسا نہ ہو، تو پھر کراہتِ تنزیہی ہے۔'' (کتاب الحظر والاباحۃ)
(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۲۱۔صفحہ ۱۵۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حالتِ حیض میں عورت سے نفع اٹھانا جائز ہے۔''

لیکن اس کا کلیہ یہ ہے کہ

''حالتِ حیض و نفاس میں عورت کے زیر ناف سے گھٹنوں تک حصہ بدن سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ اتنے حصے پر شہوت کے ساتھ نظر ڈالنا بھی جائز نہیں۔ نیز اتنے حصے کو بلا شہوت چھونا بھی ممنوع ہے۔ ہاں اگر اتنے حصے پر

کوئی اتنا موٹا کپڑا ہو کہ بدن کی گرمی بالکل محسوس نہ ہو، تو اب اس سے نفع اٹھانے میں حرج نہیں۔

اس حصہ بدن کے علاوہ اوپر نیچے کے کل بدن سے ہر قسم کا نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد۴۔ صفحہ۳۵۳)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حالتِ حیض میں عورت کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی وغیرہ میں کسی قسم کا حرج نہیں۔''

اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا اور اسے ساتھ بٹھا کر کھلانا دونوں افعال جائز ہیں۔ ان باتوں سے بچنا یہود و مجوس کا طریقہ ہے۔

ترمذی شریف میں ہے،

''وَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُدْنِیْ رَأْسَہُ الْکَرِیْمَ لِاُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ الصِّدِّیْقَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا وَہِیَ فِیْ بَیْتِہَا وَہُوَ صلی اللہ علیہ وسلم مُعْتَکِفٌ فِی الْمَسْجِدِ لِتَغْسِلَہُ فَتَقُوْلُ اَنَا حَائِضٌ فَیَقُوْلُ حَیْضَتُکِ لَیْسَتْ فِیْ یَدِکِ۔ یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر مبارک دھلوانے کے لئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے قریب کر دیا کرتے تھے۔ اس وقت آپ گھر میں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔ ام المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) عرض کرتیں، ''میں حائضہ ہوں۔'' آپ فرماتے، ''حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔''

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کسی کی شکل یا وجود کو منحوس سمجھنا.. یا.. کالی بلی راستہ کاٹ جائے، تو اسے اپنے کسی کام کے بگڑ جانے کا سبب سمجھنا، تعلیماتِ اسلامی کے خلاف اور ہندوؤں کا طریقہ ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا کہ

''ایک شخص جاہل و بدعقیدہ ہے، سود خور اور نماز وروزہ وغیرہ کو بیکار سمجھتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ اگر صبح اس شخص کی منحوس صورت دیکھ لی جائے.. یا.. کام پر جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے، تو ضرور کوئی نہ کوئی دقت و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ لوگوں کو ان کے خیال کے مطابق برابر تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ لوگ اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے اس سے سامنا ہو جائے، تو اپنے مکان کو واپس آجاتے ہیں اور پھر کسی سے پوچھ کر کہ وہ سامنے تو نہیں، جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ اور طرز عمل کیسا ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟....''

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

''شرع مطہر میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (اگر ان کے خیال کے مطابق نتیجہ نکلے بھی تو دراصل) انہیں لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے،

''اِذَا تَطَیَّرْتُمْ فَامْضُوْا۔ جب کوئی شگون بد، گمان میں آئے، تو اس پر عمل نہ کرو۔''

یہ طریقہ محض ہندوانہ ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسی جگہ، ''اَللّٰھُمَّ لَاطَیْرَ

اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ ۔ (یعنی اے اللہ! کوئی بدشگونی نہیں، مگر.....اور کوئی بھلائی نہیں، لیکن تیری بھلائی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں) پڑھ لیں اور اپنے رب پر بھروسہ کر کے کام پر چلے جائیں، ہرگز نہ رکیں، نہ واپس آئیں۔"

(فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۲۹)

✡ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"قرآن پاک کی موجودہ تیس سپاروں میں تقسیم کسی نامعلوم شخص کا کارنامہ ہے، نیز ہر سپارے کے کلام کو اتنی ہی مقدار میں رکھنا ضروری نہیں۔"

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا کہ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جمع شدہ قرآن مجید کی تقسیم تیس پارہ پر ہے۔ کوئی سپارہ سورت سے شروع ہوا، کوئی رکوع سے اور کوئی درمیان رکوع سے۔ کوئی پارہ چھوٹا ہے تو کوئی بڑا۔ اس کے واسطے کوئی قاعدہ کلیہ ہے یا نہیں.. یا.. بلا رعایتِ قاعدہ کلیہ یونہی مقرر کر دی گئی ہے۔ الحمد کو پارہ اول سے جدا رکھا اور ربما سے ایک آیت چھوڑ دی اور شروع سورت سے اس کا سر۔ جس کی رعایت کی گئی، حضور ہی بیان فرما سکتے ہیں۔"

آپ نے جواباً فرمایا،

"پاروں پر تقسیم امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہ کی، نہ کسی صحابی نے، نہ کسی تابعی نے۔ معلوم نہیں اس کی ابتداء کس نے کی۔..... یہ بہت

حادث (یعنی نو پید) ہے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اس کی ابتداء کی، اس نے اپنے پاس موجود مصحف شریف کو مساوی تعداد میں اوراق کے اعتبار سے تیس حصوں میں تقسیم کرلیا اور یہ تقسیم مذکورہ مواقع پر آ کر واقع ہوئی اور یہ ان بلاد میں رائج ہوگئی۔ سب جگہ اس پر اتفاق بھی نہیں، بلکہ شام وغیرہ کی تقسیم اس سے کچھ مختلف ہے۔ بہر حال یہ کچھ ضروری بات نہیں، نہ اس کے ماننے میں کچھ حرج۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔ جلد ۹۔ صفحہ ۱۵۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"نامحرم عورت کا اپنے پیر کا تبرک پینا، تلذذِ شہوانی کی نیت سے ہو، تو حرام، ورنہ جائز ہے۔"

درمختار میں ہے،

"**یکرہ سورھاللرجل کعکسہ لاستلذاذ** ۔یعنی عورت کا جوٹھا مرد کے لئے اور اس کا برعکس، حصول لذت کے لئے مکروہ ہے۔" (فصل فی البئر)

ردالمحتار میں ہے،

"**یفھم منہ انہ حیث لااستلذاذلا کراھۃ** ۔یعنی "حصول لذت کے لئے" سے سمجھ میں آیا کہ جس جگہ حصول لذت کا ارادہ نہ ہو، وہاں کراہت نہیں۔" (فصل فی البئر)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"دھوپ سے گرم شدہ پانی کے استعمال سے برص کا اندیشہ ہے۔"

مروی ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے دھوپ کے ذریعے پانی گرم کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا، ''**لَا تَفْعَلِی یَاحُمَیْرَاءُ فَاِنَّهٗ یُوْرِثُ الْبَرَصَ**۔ یعنی اے حمیراء! ایسا نہ کرو، کیونکہ یہ برص کو پیدا کرتا ہے۔'' (سنن دار قطنی۔ باب لماء المسخن)

نیز حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے موقوفاً روایت ہے کہ ''**لَا تَغْسِلُوْا بِمَاءِ الشَّمْسِ فَاِنَّهٗ یُوْرِثُ الْبَرَصَ**۔ یعنی تم دھوپ کے پانی سے مت دھوؤ، کیونکہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔'' (ایضاً)

لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں۔

(1) جس جگہ پانی گرم کیا، وہ گرم ملک ہو۔

(2) موسم بھی گرم ہو۔

(3) جس برتن میں گرم کیا گیا، وہ سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا ہو۔ مثلاً پیتل، تانبہ یا لوہا وغیرہا۔

(4) گرم شدہ پانی جسم تک پہنچا ہو۔

(5) بغیر ٹھنڈا کئے استعمال کیا گیا ہو۔''

احناف کے نزدیک ایسا پانی استعمال کرنا ''مکروہِ تنزیہی'' ہے۔ یعنی اس کا استعمال کرنا گناہ تو نہیں، لیکن شریعت کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۶۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"دلہن کے پاؤں کا دھوون باعثِ برکت ہے۔"

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ

"دلہن کو بیاہ کر لائیں، تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں، اس سے برکت ہوتی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۲۔صفحہ۵۹۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"مذہبِ اسلام میں بیماری اڑ کر لگنے کا کوئی تصور نہیں۔"

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، "**لَا عَدْوٰی**۔یعنی کوئی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔"

(بخاری۔کتاب الطب۔باب الجزام)

☆ نیز حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، "**لَا عَدْوٰی**۔یعنی کوئی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔" تو ایک اعرابی کھڑے ہو گئے اور عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اونٹ، ہرنوں کی مثل ریت میں لیٹتے ہیں۔ پھر ان سے ایک خارشی اونٹ آملتا ہے، تو سب کو خارش لگ جاتی ہے؟"...یہ سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا، "**فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ**۔پھر پہلے کو بیماری کس نے لگائی تھی؟"...(بخاری۔کتاب الطب۔باب لا عدوی)

جدید تحقیقات کی روشنی میں کئی امراض متعدی ہیں، یعنی ان کے جراثیم اڑ کر

دوسروں تک پہنچ کرانہیں بھی اسی مرض میں مبتلاء کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی بیماریوں کے عام ہونے کے وقت ڈاکٹر حضرات مریضوں سے دور رہنے کا مشورہ دیتے نظر آتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں حدیثِ پاک کو حق جانتے ہوئے، مریض سے دور رہنے کی تدبیر اختیار کرنا، شرعی لحاظ سے درست ہے؟...

اس کے جواب سے قبل عرض ہے کہ لوگوں کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کا ذاتِ باری تعالیٰ پر توکل وبھروسہ بہت زیادہ ہوتا ہے، جب کہ بعض اس معاملے میں ضعیف وکمزور ہوتے ہیں۔

چنانچہ جن کا توکل کامل ہے، انہیں اس میں احتیاط کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ انہیں یقین کامل حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری نہیں لگ سکتی، لھذا ان کے دین میں فساد کا احتمال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رحمتِ کونین (ﷺ) نے ایک کوڑھی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ جیسا کہ

مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ایک جزامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور فرمایا، ''**کُلْ مَعِیَ بِبِسْمِ اللّٰہِ ثِقَةً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلاً عَلَی اللّٰہِ**۔ یعنی میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھا، اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس پر بھروسہ رکھتے ہوئے۔''

(ترمذی۔ کتاب الاطعمۃ)

اور جن کی نظر ظاہری اسباب پر رہتی ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ پر کامل توکل حاصل نہ ہو، تو ان کے لئے تو بچنا ہی مناسب ہے۔ لیکن اس خیال سے نہیں کہ بیماری اڑ کر لگتی ہے، بلکہ اس بات کے پیش نظر کہ ہوسکتا ہے کہ قضائے الٰہی کے تحت وہی

بیماری انہیں بھی لگ جائے اور شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی بناء پر یہ یقین کرلیں کہ ایسا فلاں فعل کی وجہ سے ہوا ہے، اگر ہم احتیاط کرتے، تو ایسا نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کے باعث دین کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

اسی قسم کے ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے بطورِ تعلیم رحمتِ کونین (ﷺ) کا یہ فرمان عالیشان ہے کہ

''فِرَّمِنَ الْمَجْزُوْمِ کَمَا تَفِرُّمِنَ الْاَسَدِ۔ کوڑھی سے اسی طرح دور بھاگ، جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔'' (بخاری۔ کتاب الطب)

نیز ارشاد فرمایا،

''لَا تُوْرِدُوْا الْمُمْرِضَ عَلَی الْمُصَحِّ۔ یعنی بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لے جاؤ۔'' (ایضاً)

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) ارشاد فرماتے ہیں،

''فی الواقع ضعیف الاعتقاد لوگ، جنہیں خدائے تعالیٰ پر سچا توکل نہ ہو اور وہمی خیالات رکھتے ہوں، انہیں جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہیئے، نہ اس خیال سے کہ اس کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دوسرا شخص بیمار ہو جاتا ہے کہ یہ خیال محض غلط ہے، تقدیرِ الٰہی میں جو لکھا ہے، ضرور ہوگا اور جو نہیں لکھا، وہ ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے،

''لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ ہمیں ہرگز نہ پہنچے گی وہ بات، جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے

لکھ دی، وہ ہمارا مولی ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔'' (پ ۱۰ ۔ التوبۃ ۔ ۵۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر کوئی کسی کام کے لئے خدا کا واسطہ دے اور اس کام کے ارتکاب میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو، تو اس کی بات نہ ماننا گناہ ہے۔''

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''مَلْعُوْنٌ مَنْ سُئِلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ ثُمَّ مَنَعَ سَائِلَهُ مَالَمْ يَسْئَلُ هَجْراً۔ یعنی وہ شخص ملعون ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے واسطے سوال کیا جائے، پھر وہ سائل کو منع کر دے۔ بشرطیکہ سائل کسی کو چھوڑنے کا سوال نہ کرے۔'' (مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی ۔ کتاب الزکوۃ)

آج کل کے پیشہ ور فقیر بھی اسی طرح کے واسطوں کے ذریعے نفسیاتی حملے کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں کچھ دینا گناہ ہے۔ چونکہ یہاں ان ''پیشہ ور فقیر ہونے کی بناء پر'' شرعی قباحت موجود ہے، لھذا انکار کرنے والا اس حدیثِ پاک کی رو سے گناہ گار و ملعون نہ ہوگا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حرام مال سے کیا گیا صدقہ غیر مقبول ہے، بلکہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا.. اور.. اگر ثواب کی نیت سے خرچ کیا، تو کفر ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

ارشاد فرمایا،

''لَایَکْسِبُ عَبْدٌ مَالاً مِّنْ حَرَامٍ فَیُنْفِقَ مِنْہُ فَیُبَارَکَ لَہٗ فِیْہِ وَلَایَتَصَدَّقُ بِہٖ فَیَقْبَلَ مِنْہُ وَلَایَتْرُکُ خَلْفَ ظَھْرِہٖ وَاِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِاِنَّ اللّٰہَ لَایَمْحُوْاالسَّیِّءَ بِالسَّیِّءِ وَلٰکِنْ یَمْحُوْاالسَّیِّءَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِیْثَ لَایَمْحُوْالْخَبِیْثَ ۔یعنی ایسا نہ ہوگا کہ بندہ حرام کما کر اس سے صدقہ کرے، تو اسے قبول کرلیا جائے اور نہ یہ کہ اسے اپنے صرف میں لائے، تو اس میں برکت سے نوازا جائے اور اگر وہ اسے پیچھے چھوڑ جائے، تو یہ مال اس کے لئے جہنم میں داخلے کا سامان ہوگا۔ بیشک اللہ عزوجل برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں بھلائی سے برائی کو مٹاتا ہے۔ بے شک خبیث، خبیث کو نہ مٹائے گا۔''

(مسند امام احمد بن حنبل ۔حدیث ابن مسعود (رضی اللہ عنہ))

اور حضرت ابو ھریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ

''مَنْ جَمَعَ مَالاً حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِہٖ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ فِیْہِ اَجْرٌ وَکَانَ اِصْرُہٗ عَلَیْہِ ۔یعنی جو مال حرام جمع کرے، پھر اسے خیرات کردے، تو اس کے لئے اس عمل میں کوئی اجر نہ ہوگا اور اس پر اس صدقہ کا وبال ہوگا۔'' (المستدرک للحاکم ۔کتاب الزکوۃ)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے،

''رجل تصدق من الحرام ویرجو الثواب یکفر ۔یعنی کسی شخص

نے مال حرام سے صدقہ کیااور اس پرثواب کی امید رکھتا ہے،تو وہ کافر ہوجائے گا۔'' (کتاب الکراہیۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

''لوتصدق علی فقیرشیئامن المال الحرام ویرجواالثواب یکفر ۔یعنی اگرکسی شخص نے فقیر پر مال حرام سے کوئی شے صدقہ کی اوراس پرثواب کی امید رکھتا ہے،تو وہ کافر ہوجائے گا۔'' (کتاب السیر)

کیا آپ کومعلوم ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کے لئے عاشق کالفظ استعمال کرناممنوع ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق کے معنی کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے حق میں قطعی طور پرمحال ہے۔کیونکہ عشق کامعنی بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ ارشادفرماتے ہیں،

''اَلْعِشْقُ فَرَطُ الْحُبِّ ۔یعنی محبت میں حد سے تجاوز کرناعشق ہے۔''

(لسان العرب۔جلد۹)

ہاں اگرشرع میں کسی مقام پراس کااستعمال کیا گیا ہوتا،تو تاویل کے ساتھ استعمال کی گنجائش تھی۔لیکن چونکہ ایساوقوع پزیرنہ ہوا،لھذااللہ تعالیٰ کی شان میں اس کااستعمال ممنوع قطعی ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے،

''مجردایھام المعنی المحال کاف فی المنع ۔یعنی محض معنی محال

کا وہم ہی ممانعت کے لئے کافی ہے۔'' (کتاب الحظر والاباحۃ)

الانوار لاعمال الابرار میں ہے کہ

''لوقال انا اعشق اللہ ویعشقنی فمبتدع والعبارۃ الصحیحۃ ان یقول احبہ ویحبنی کقولہ تعالی یحبھم ویحبونہ۔ یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اور وہ مجھ سے عشق رکھتا ہے، تو وہ بدعتی ہے۔ اور صحیح عبارت یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ ''میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔'' (کتاب الردۃ) (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۱۱۴)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''عورت کے نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر چالیس دن سے کم میں خون بند ہو گیا، تو عورت پاک ہو گئی نہائے اور نماز وغیرہ شروع کردے۔ نیز اس کی وجہ سے چوڑیوں، چارپائی اور گھر کی دیگر چیزوں کو ناپاک سمجھنا، ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) تحریر فرماتے ہیں،

''یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلہ (یعنی چالیس دن) پورے نہ ہو جائیں، زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے، خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں۔ مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں۔ نفاس کی زیادہ حد کے لئے چالیس دن رکھے

گئے ہیں، نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو۔اس کے کم کے لئے کوئی حد نہیں۔اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہوگیا،عورت اسی وقت پاک ہوگئی نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔اگر چالیس دن کے اندر اسے خون دوبارہ نہ لوٹے،تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔چوڑیاں،چارپائی،مکان سب پاک ہیں۔فقط وہی چیز ناپاک ہوگی،جسے خون لگ جائے۔بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا طریقہ ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۴۔صفحہ ۳۵۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''منافق و بدمذہب کو''مولانا'' کہنا یا لکھنا حرام ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے کچھ ایسے نام کے مسلمان لوگوں کے بارے میں سوال ہوا کہ جنہوں نے کفار کی تعظیم کے لئے جلسہ منعقد کیا تھا۔سائل نے ایسے لوگوں کے لئے مولانا (یعنی ہمارے سردار) کا لفظ استعمال کیا،آپ نے غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر فرمایا،

''ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے۔حدیث میں فرمایا،''**لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَیِّدَنَا فَاِنَّهٗ اِنْ یَّكُنْ سَیِّدَكُمْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ**۔منافق کو''اے ہمارے سردار'' نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا،تو تم نے اپنے رب کا غضب اپنے سر پر لیا۔''(مسند امام احمد بن حنبل.باقی المسند الانصار)

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۱۵۔صفحہ ۱۰۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''وسوسے چاہے کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ہوں، ان سے ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ انسان گناہ گار ہوتا ہے، جب تک کہ انہیں زبان سے ادا نہ کیا جائے.. یا.. ان کے مطابق عمل نہ کرلیا جائے۔''

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

''اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَلِیْ عَنْ اُمَّتِیْ مَاوَسْوَسَتْ بِہٖ صُدُوْرُھَامَالَمْ تَعْمَلْ اَوْتَتَکَلَّمْ ۔یعنی اللہ تعالیٰ نے میری خاطر، میری امت سے ان کے قلبی وساوس کے سلسلے میں درگزر فرمادیا ہے، جب تک اس پر کام.. یا.. کلام نہ کرلیں۔'' (بخاری۔ کتاب العتق)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہی روایت ہے کہ

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں سے کچھ حضرات، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ ''اِنَّانَجِدُفِیْ اَنْفُسِنَامَایَتَعَاظَمُ اَحَدُنَااَنْ یَّتَکَلَّمَ بِہٖ ۔یعنی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات پاتے ہیں کہ جن کو بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے۔'' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''اَوَقَدْوَجَدْتُمُوْہُ ۔یعنی کیا واقعی تم نے ایسی بات پائی ہے؟''... انہوں نے عرض کی، ''جی ہاں۔'' فرمایا، ''ذٰلِکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ ۔یعنی یہ تو ایمان کی

واضح علامت ہے۔'' (بخاری۔کتاب العتق)

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

''اگر برے خیالات آئیں اور انہیں جمایا نہ جائے، نہ بالارادہ انہیں زبان سے ادا کیا جائے، تو اس سے اسلام پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور جہاں تک مجبوری ہے، گناہ بھی نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۱۴۔صفحہ۳۲۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کفار کی کل سات اقسام ہیں۔''

اس کی تفصیل یوں ہے کہ

''اولاً کفار کی دو اقسام ہیں۔(i) اصلی۔(ii) مرتد۔

(1) اصلی:۔

وہ کافر ہے جو شروع ہی سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے۔

(2) مرتد:۔

وہ ہے، جو کلمہ گو ہونے کے بعد کفر کرے۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو اقسام ہیں۔یعنی

(1) کافر اصلی مجاہر۔(2) کافر اصلی منافق۔(3) مرتد مجاہر۔(4) مرتد منافق۔

ان کی تفصیل و احکام اس طرح ہیں کہ

﴿1﴾ کافر اصلی مجاہر:۔

وہ ہے جو علی الاعلان کلمہ اسلام کا منکر ہو۔اس کی مزید چار اقسام ہیں۔

(۱) دہریہ:۔

یہ خدا کا انکار کرتا ہے۔

(۲) مشرک:۔

یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی معبود یا واجب الوجود مانتا ہے۔ جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مانتے، لیکن معبود مانتے ہیں..اور..آریہ، کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، لیکن قدیم وغیر مخلوق تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) مجوسی:۔

یعنی آتش پرست۔

(۴) کتابی:۔

یعنی یہودی اور عیسائی، جب کہ دہریہ نہ ہوں۔

ان اقسام میں سے پہلے تین کا ذبیحہ مردار اوران کی عورتوں سے نکاح باطل۔ جب کہ قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا، اگر چہ ممنوع و گناہ ہے۔

﴿2﴾ کافر اصلی منافق:۔

وہ جو بظاہر کلمہ پڑھتا ہے، لیکن دل سے انکار کرتا ہے۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

﴿3﴾ مرتد مجاہر:۔

وہ جو پہلے مسلمان تھا، پھر علانیہ طور پر اسلام سے پھر گیا، کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا۔ اب چاہے یہ دہریہ ہو گیا ہو..یا..مشرک..یا..مجوسی..یا..کتابی۔

﴿4﴾ مرتد منافق:۔

وہ جو کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ مسلمان ہی کہتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اللہ عزوجل.. یا.. رسول اللہ (ﷺ) یا کسی نبی کی توہین.. یا.. ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا انکار کرتا ہے۔

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے کہ اس سے جزیہ (ٹیکس) نہیں لیا جا سکتا، اس کا نکاح کسی سے بھی نہیں ہو سکتا، چاہے مسلمان سے کرے یا اپنے جیسے کسی مرتد سے۔ جس سے بھی کرے گا، زنائے خالص ہوگا۔ نیز یہ مرتد مرد ہو یا عورت، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۳۲۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"باہر سے آئے ہوئے صابن کے استعمال سے بچنا بہتر ہے۔"

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں،

"مسلمان کا بنایا ہوا صابن جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہوا صابن، جس میں چربی پڑتی ہو، اگرچہ گائے یا بکری کی ناپاک وحرام ہے، دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو، جائز ہے۔" (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۴۔ صفحہ ۵۷۰)

نوٹ:۔

چونکہ باہر سے آنے والے صابنوں میں چربی کی موجودگی کی تحقیق ممکن نہیں، تو مشکل ترین ضرور ہے، لھذا ان کے استعمال سے بچنا ہی تقویٰ و پرہیزگاری کے قریب ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''منافق وبدمذہب سے میل جول نہ رکھنا، ان کے ساتھ تحقیرانہ رویہ اختیار کرنا ضروری ..اور..ان سے دینی بات سننا..یا..ان کی کتب کا مطالعہ کرنا ممنوع وحرام ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

''لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ۔یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (سورۃ المجادلہ ۲۲۔پ ۲۸)

مزید ارشاد فرمایا،

''قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۔تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ

سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ، فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (توبہ۔۲۴)

مروی ہے کہ امیر المؤمنین عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے مسجدِ اقدس نبی (ﷺ) میں کسی مسافر کو بھوکا پایا۔ آپ اسے اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اور اس کے لئے کھانا منگوایا۔ جب اس نے کھانا شروع کیا، تو اس سے بد مذہبی کی کوئی بات ظاہر ہوئی۔ آپ نے فوراً حکم فرمایا، ''کھانا اٹھالیا جائے اور اسے باہر نکال دیا جائے۔'' چنانچہ حسبِ حکم کھانا اٹھالیا گیا اور اسے نکال باہر کیا گیا۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۵ جدید۔ ص ۱۰۶)

اس واقعہ سے بخوبی معلوم ہوا کہ بد مذہب کے ساتھ تحقیرانہ سلوک کرنا ہی شریعت کو مطلوب ہے، اسے بد اخلاقی میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

منقول ہے کہ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد حضرت علامہ ابن سیرین (رحمہ اللہ) کی خدمت میں دو بد مذہب حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ''ہم کچھ آیاتِ کلام پاک آپ کو سنانا چاہتے ہیں۔'' فرمایا، ''میں نہیں سننا چاہتا۔'' عرض کی، ''کچھ احادیثِ نبوی (ﷺ) سناتے ہیں۔'' فرمایا، ''میں نہیں سننا چاہتا۔'' انہوں نے اصرار کیا، تو فرمایا، ''تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ، ورنہ میں اٹھتا ہوں۔'' آخر وہ دونوں خائب وخاسر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کی، ''حضور! اگر ان سے کچھ آیات واحادیث سن لیتے، تو کیا حرج تھا؟''...فرمایا، ''میں نے خوف کیا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ آیات واحادیث کے ساتھ اپنی کچھ (فاسد) وضاحت وتاویل

لگا دیں اور وہ تاویلات میرے دل میں رہ جائیں اور میں ہلاک ہو جاؤں۔''

(فتاویٰ رضویہ۔جلد ۱۵ جدید۔ص ۱۰۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر کسی کافر کو اپنی موت کا یقین ہو جائے اور وہ اس وقت یا موت سے کچھ دیر پہلے بھی کلمہ پڑھ لے، تو اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''جو پھانسی لانے سے ایک آن پہلے بھی ایمان لائے، مسلمان ہو جائے گا اور اس کی تجہیز و تکفین اور اس کے جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض ہوگی۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۱۴۔صفحہ ۶۱۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کسی امتی کو سرورِ عالم، علیہ الصلوۃ، مسجودِ مخلوق، خیر الوری، انتخابِ اولیں، شافع ہر دو سرا اور سیدِ کونین کہنا، ممنوع و حرام ہے۔''

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۱۵۔صفحہ ۲۸۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ بی بی مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جنت میں سید الانبیاء (ﷺ) کی ازواج مطہرات میں سے ہوں گی۔''

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (قدیم)۔جلد ۹۔صفحہ ۱۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''شوہر کی وفات یا طلاق ہو جانے کے بعد عورت کی دوسری شادی کو برا سمجھنا اور اس پر طعن کرنا کبھی جائز اور کبھی کفر ہوتا ہے۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

''اگر اسے برا کہنا رسم ورواج کے اعتبار سے ہے، تو جائز ہے اور اگر اس حوالے سے نہیں، بلکہ اسے شرعاً حرام سمجھ کر کہا ہے، تو حکم کفر ہے اور اگر شرعاً حلال سمجھا، لیکن اس فعل کے شریعت کی جانب سے حلال کئے جانے کو معاذ اللہ برا جانا، تو صریح مرتد کا حکم لگایا جائے گا۔'' (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۲۱۔صفحہ۱۵۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر مدتِ نفاس میں چند دن خون آکر بند ہو گیا، عورت نے نمازیں، روزے ادا کرنا شروع کر دیئے، پھر چالیس دن کے اندر اندر دوبارہ خون آگیا، تو درمیان کی نمازیں، روزے سب بے کار ہو گئے، بعدِ فراغت ان سب کو دوبارہ ادا کرنا ہوگا اور یہ کل دن نفاس کے ہی شمار ہوں گے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) تحریر فرماتے ہیں،

''چالیس دن کے اندر جب خون عود کرے، شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی کے شمار ہوں گے۔ مثلاً ولادت کے دو منٹ بعد تک خون آکر بند ہو گیا۔ عورت، طہارت کے گمان کے سبب غسل کر کے نماز روزہ وغیرہ کرتی

رہی۔ چالیس دن پوری ہونے میں ابھی دو منٹ باقی تھے کہ پھر خون آگیا، تو یہ سارا چلہ نفاس میں شمار کیا جائے گا۔ اس دوران پڑھی گئیں نمازیں بیکار گئیں، فرض یا واجب روزے یا ان کی قضا، نمازیں جتنی پڑھی ہوں، انہیں پھر پھیرے۔''

ردالمحتار میں ہے،

''ان من اصل الامام ان الدم اذا کان فی الاربعین فالطهر المتخلل لایفصل طال او قصر حتی لو رأت ساعة دماواربعین الا ساعتین طهراثم ساعة دماکان الاربعون کلهانفاساوعلیها الفتویٰ ۔ یعنی امام اعظم (قدس سرہ) کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ جب خون چالیس دنوں میں ہو، تو درمیان میں آنے والے پاکی کے دن فاصل نہ ہوں گے، وقت زیادہ ہو یا کم۔ حتی کہ اگر عورت نے ایک ساعت خون دیکھا، پھر دو ساعتیں کم چالیس دن پاک رہی، پھر ایک ساعت خون دیکھا، تو پورے دن نفاس کے شمار ہوں گے اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

(باب الحیض) (فتاوی رضویہ (جدید)۔ جلد۴۔ صفحہ۳۵۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ہاتھی، احکام میں دیگر درندوں کی طرح ہے۔ نیز اس کے دانت کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کرنا جائز ہیں۔''

مراقی الفلاح میں ہے،

''انه یعنی الفیل کسائر السباع فی الاصح ۔یعنی ہاتھی اصح قول کے مطابق باقی درندوں کی مثل ہے۔'' (فصل یطہر جلد المیتة)

اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ

''**ان النبی ﷺ کان یمتشط بمشط من عاج** ۔یعنی نبی کریم (ﷺ) ہاتھی دانت کا کنگھا استعمال فرماتے تھے۔''

(السنن الکبریٰ۔ باب المنع من الادھان فی عظام الفیلۃ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جنبی شخص یعنی جس پر غسل واجب ہو، کا پسینہ پاک ہے۔''

درمختار میں ہے،

''**سؤر الآدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاھر وحکم العرق کسؤر** ۔یعنی آدمی کا جوٹھا مطلقا پاک ہے، چاہے جنبی ہو یا کافر۔ اور پسینے کا حکم، جوٹھے کی مثل ہی ہے۔'' (باب المیاہ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''چھپکلی گر جانے کی بناء پر پانی کبھی پاک رہے گا اور کبھی ناپاک ہو جائے گا۔''

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

''اگر چھپکلی زندہ ہے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا، بلکہ تیرتی ہی رہی اور اس کے ظاہری بدن پر کوئی نجاست بھی نہیں، تو پانی پاک ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو نجس العین ہے اور نہ ہی اس کے بدن پر کوئی نجاست ہے، لھذا اس صورت میں پانی پاک رہتا ہے۔ جیسا کہ

درمختار میں ہے،''

''لواخرج حیاولیس بنجس العین ولابه خبث لم ینزح شیء الاان یدخل فمه الماء فیعتبر بسؤره ۔یعنی اگر اسے زندہ نکالا گیا اور وہ نہ تو نجس العین ہے اور نہ ہی اس پر کوئی گندگی ونجاست لگی ہے،تو(کنویں) سے کچھ بھی نہ نکالا جائے۔مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے،پس اس وقت اس کے جوٹھے کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور اگر یہ زندہ رہی،لیکن اس کا منہ پانی میں چلا گیا،تو اس صورت میں بھی پانی کے لئے پاکی کا ہی حکم ہوگا۔اب اگر اس کے علاوہ دوسرا کوئی پانی موجود ہے،تو غنی کے لئے اس کا استعمال مکروہِ تنزیہی ہے یعنی گناہ نہیں،لیکن شریعت کی نظر میں اس کا استعمال ناپسندیدہ ہے..اور..اگر فقیر ہے،تو اس کے لئے کسی صورت میں کراہت نہیں۔'' (فصل فی البئر)

درمختار میں ہے،''

''سؤرسواکن البیوت طاهر للضرورة مکروه تنزیها ان وجد غیره والالم یکره اصلا کاکله للفقیر ۔یعنی گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جوٹھا ضرورت کے سبب پاک ہے۔اس کے علاوہ پانی موجود ہو،تو اس کا استعمال مکروہِ تنزیہی ہے،ورنہ بالکل مکروہ نہیں جیسے فقیر کے لئے اس کا کھانا۔''

(فصل فی البئر)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''گوبر سے چھت وغیرہ لیپی اور بارش برسی، تو اس سے لگ کر آنے والا پانی ناپاک ہے۔''

اس مسئلے میں بھی کچھ تفصیل ہے۔ چنانچہ

''اگر بارش مسلسل سے گوبر مکمل طور پر دھل گیا تھا، تو اب چھت سے ٹپکنے والا پانی پاک ہے۔

اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکنے والے پانی میں اس کا رنگ یا بو وغیرہ محسوس ہوئے، تو یقیناً ناپاک ہے۔

اور اگر گوبر باقی ہے، لیکن ٹپکنے والے پانی میں رنگ یا بو بالکل محسوس نہیں ہورہی، تو اگر ابھی بھی بارش جاری ہے، تو یہ پانی پاک ہے اور بند ہوچکی ہے، تو ناپاک۔'' (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد۴۔ صفحہ ۴۷۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''عیسائیوں کی کھانے پینے کی اشیاء کا استعمال مکروہ وممنوع ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس کی وجہ لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں،

''عیسائیوں کے مذہب میں خون حیض کے علاوہ، شراب پیشاب پاخانہ، غرض کوئی بلا اصلاً ناپاک نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بچنے پر ہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ تو بظاہر یہ نجاستوں سے آلودہ ہی رہتے ہیں۔

امام ابن الحاج مکی ''مدخل'' (فصل فی ذکر الشراب الذی یستعملہ المریض) میں فرماتے ہیں،

''یتعین علی من لہ امران یقیم من الاسواق من یشتغل

بھذاالسبب (یرید بیع الاشربة الدوائیة کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلک) من اهل الکتاب لان النصاری عندهم ابوالهم طاهر ولایتدینون بترک النجاسة الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصاری الغالب علیه انه متنجس۔

یعنی صاحبِ اختیار کا فرض ہے کہ وہ ان اہل کتاب کو بازاروں سے اٹھا دے، جو اس کام میں مشغول ہیں (یعنی ''اس کام'' سے آپ نے دوائیوں پر مبنی مشروبات جیسے عناب اور بنفشہ وغیرہ کا شربت بیچنا مراد لیا) کیونکہ عیسائی اپنے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اور وہ خون حیض کے علاوہ کسی نجاست کو چھوڑنے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔لھذا عیسائیوں سے حاصل کردہ مشروب غالب گمان کے مطابق ناپاک ہوتا ہے۔''

چنانچہ ان کی چھوئی ہوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً ''مکروہ و ناپسندیدہ'' ہے، جیسے بھیگے ہوئے پان۔

اور یہاں ایک نفیس وباریک نکتہ اور ہے، جس کی بناء پر''ان کی اشیاء کے استعمال کے مکروہ'' ہونے کا حکم، تر اور خشک، دونوں قسم کی چیزوں کو شامل ہوگا۔اور وہ یہ ہے کہ

''شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے، یونہی ایسی جگہوں سے بچنا بھی ضروری ہے کہ جہاں انسان پر کسی قسم کی تہمت لگ سکتی ہو..اور.. بلاوجہ شرعی اپنے اوپر دروازۂ طعن کھولنا ناجائز ہے..اور..مسلمانوں کو اپنی غیبت اور بدگوئی میں مبتلاء کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع ہے۔نیز انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح وشنیع ہے۔احادیث واقوال ائمہ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں۔مثلاً

سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے،

''بَشِّرُوْا وَلا تُنَفِّرُوْا۔ یعنی خوشخبری دو، تنفر نہ کرو۔''

(بخاری۔ باب ما کان النبی (صلی اللہ علیہ وسلم).....)

نیز ارشاد فرمایا،

''اِیَّاکَ وَمَایُعْتَذِرُ مِنْهُ۔ یعنی جس بات سے عذر بیان کرنا پڑے، اس سے بچو۔'' (اتحاف السادۃ المتقین۔ بیان ذم الحرص والطمع)

مزید ارشاد ہوتا ہے،

''اِیَّاکِ وَمَایَسُوْءُ الْاُذُنَ۔ جو بات کان کو اچھی نہ لگے، اس سے بچو۔'' (مسند امام احمد بن حنبل۔ حدیث ابولفادیہ رضی اللہ عنہ)

اور فرمان عالیشان ہے کہ

''مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلَا یَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّهَمِ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ ہرگز تہمتوں کی جگہ پر کھڑا نہ ہو۔'' (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی۔ باب ادراک الفریضۃ)

ان تمام احادیثِ کریمہ کی روشنی میں عیسائیوں کی اشیاء میں استعمال سے، کیا نفع ہوگا اتنا کہ مسلمان نفرت محسوس کریں، بدنام کریں، غیبت میں مبتلاء ہوں۔ چنانچہ ان کا بھیگا ہوا پان نہ کھایا جائے اور اسی طرح اگر ان کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہے کہ جن کا ذکر احادیثِ پاک میں ہوا، تو اس سے بچنا بھی شرعاً درکار۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔ جلد۲۴۔ صفحہ۵۵۴)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

ضروریات دین کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگر چہ اس کا ثبوت قطعی دلائل سے ہی کیوں نہ ہو۔"

اولاً ضروریاتِ دین کی تعریف جاننا ضروری ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

"ضروریاتِ دین سے مراد وہ امور ہیں کہ جن کے علم میں عوام وخواص برابر شریک ہوں۔ عوام سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کا دین کے ساتھ تعلق اور علماء کے ساتھ ساتھ میل جول ہے۔" (فتاویٰ رضویہ۔ جلد(۱) جدید۔ صفحہ۱۸۱)

چند ضروریاتِ دین یہ ہیں۔

(1) اللہ عزوجل کا موجود وواحد ومعبود ہونا۔ (2) وجودِ انبیاء علیھم السلام۔ (3) قرآن کا اللہ عزوجل کا کلام ہونا۔ (4) اس میں کسی قسم کی تحریف ممکن نہ ہونا۔ (5) جنوں، جنت اور دوزخ کا وجود۔ (6) فرشتوں اور حساب وکتاب کا وجود۔ (7) صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کا گمراہی پر متفق نہ ہونا۔ (8) حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا صحابی ہونا۔ (9) اللہ عزوجل کا بے عیب ہونا۔ (10) عالم کا حادث ہونا۔ (11) انبیاء (علیھم السلام) کے معجزات۔ (12) نماز وروزے کی فرضیت۔ وغیرھا

اب مذکورہ مسئلے کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں،

"غرض، ضروریات کے علاوہ کسی شے کا انکار کفر نہیں، اگر چہ ثابت

بالقواطع ہو کہ عندالتحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا ،مگر اس کا انکار کہ جس کی تصدیق نے اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا۔اور وہ فقط ضروریاتِ دین ہی ہیں۔کما حققه العلماء المحققون من الائمة المتكلمين (یعنی جیسا کہ ائمہ متکلمین میں سے محققین علماء نے تحقیق کی ہے)۔اسی بناء پر خلافتِ خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا منکر مذہبِ تحقیق میں کافر نہیں، حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات (مثلاً اجماع صحابہ) سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۵۔صفحہ ۱۰۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''سیدِ کونین (ﷺ) کی لائی ہوئی باتوں کا انکار کرنا کفر ہے اور اس انکار کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) التزامی....(۲) لزومی....''

اولاً یاد رکھیں کہ رحمتِ کونین (ﷺ) اپنے رب عزوجل کی جانب سے جو کچھ لے کر تشریف لائے، ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا، ایمان کہلاتا ہے اور ان میں سے کسی بات کو جھٹلانا، اس کا انکار کرنا.. یا..اس میں شک کرنا، کفر۔

پھر یہ انکار دو طرح کا ہوتا ہے۔(۱) التزامی...(۲) لزومی....

(۱) التزامی :۔

یہ ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا صراحۃً انکار کیا جائے، یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، اگرچہ کہنے والا خود کو مسلمان کہتا رہے..اور..نام کفر سے چڑ کھائے۔

کفر التزامی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ کوئی شخص صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرے، جیسا کہ بعض جہال کا خیال ہے۔ بلکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو انکار اس سے صادر ہوا.. یا.. جس بات کا اس نے دعویٰ کیا، وہ بذاتِ خود کفر اور ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کی مخالف ہو۔ جیسے کسی کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، جن، فرشتوں، شیطان، آسمان، جنت، دوزخ یا معجزاتِ انبیاء (علیہم السلام) کا انکار کرنا۔

(۲) لزومی :-

یہ ہے کہ جو بات کسی نے کہی، وہ بعینہ تو کفر نہ ہو، لیکن کفر تک پہنچا دینے والی ہو۔ یعنی ایسی بات ہو کہ اگر اس کی قباحتوں پر غور کرتے چلے جائیں، تو آخرِ کار بطورِ نتیجہ، ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار لازم آئے۔ مثلاً خلافتِ صدیق وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا انکار کرنا کہ بعینہ کفر نہیں، لیکن اگر غور کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ چونکہ ان دو خلفاء کے انتخاب میں تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) متفق تھے، لھذا ان کی خلافت کا انکار، بظاہر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بالاتفاق کئے گئے فیصلے کا انکار نظر آئے گا، وہ اتفاق کہ جسے اصطلاح شرع میں اجماع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے اجماع کا انکار، کفر ہے۔ چنانچہ بلحاظِ نتیجہ، مذکورہ انکار کفر نظر آتا ہے۔

اس قسم کے انکار میں علمائے اسلام مختلف ہو گئے۔ چنانچہ جنہوں نے کلام کے انجام اور ان الفاظ سے لازم آنے والی چیز پر نگاہ رکھی، انہوں نے حکم کفر دیا.. اور.. جن علماء نے صرف کلمات کو پیش نظر رکھا، انہوں نے اسے فقط گمراہی قرار

دیا۔اور تحقیق یہی ہے کہ یہ کفر نہیں، بلکہ بدعت وبد مذہبی وضلالت وگمراہی ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید) بتغیر ما۔جلد ۱۵۔صفحہ ۱۵۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر ضروریاتِ دین کے لئے بالخصوص کوئی نص قطعی موجود نہ ہو، تب بھی اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔''

مذکورہ کلام کی وضاحت یہ ہے کہ

''ضروریاتِ دین کے ثبوت کے لئے کسی واضح آیت وحدیث کا ہونا ضروری نہیں، کیونکہ یہ خود انتہائی واضح وروشن ہوتی ہیں، لھذا اپنے ثبوت کے سلسلے میں کسی بھی شرعی حکم کے ثبوت سے مستغنی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اگر ضروریاتِ دین میں سے کسی مسئلے کے لئے واضح نص نہ بھی ملے، تب بھی اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) کے ارشادات کا خلاصہ ہے کہ

''اصل مدار ضروریاتِ دین ہیں اور ضروریات، اپنے ذاتی روشن ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کے ثبوت پر کوئی نص قطعی بالکل نہ ملے، جب بھی ان کا حکم وہی رہے گا کہ انکار کرنے والا یقیناً کافر۔مثلاً تمام عالم حادث ہے یعنی پہلے نہ تھا، بلکہ عدم سے وجود میں آیا۔ یہ بات واضح طور پر کسی بھی آیت یا حدیث میں نہ ملے گی۔مگر علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی غیر خدا کو قدیم مانے یعنی یوں کہے یا اعتقاد رکھے کہ یہ چیز ہمیشہ سے ہے، عدم سے وجود میں نہ آئی

،تو قطعاً کافر ہے۔وجہ وہی ہے کہ یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے ہے،لھذا اسے کسی ثبوتِ خاص کی حاجت نہیں۔

ابن حجر (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

زادالنووی فی روضۃ ان الصواب تقیدہ بما اذا جحد مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص ام لا ۔یعنی علامہ نووی نے روضہ میں اتنا مزید کیا کہ درست یہ ہے کہ اسے اس چیز سے مقید کیا جائے ،جسکا ضروریاتِ اسلام سے ہونا، بالاجماع معلوم ہو،اس میں کوئی نص ہو یا نہ ہو۔'' (الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ۔صفحہ ۳۵۳)

یہی وجہ ہے کہ ضروریاتِ دین کے سلسلے میں انکار کرنے والے کی کسی وضاحت کو قبول نہ کیا جائے گا، کیونکہ جو خود واضح و روشن ہو،اسے کسی قسم کی وضاحت کی حاجت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۱۴۔صفحہ ۲۶۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو چیز بالاتفاق کفر ہو،اس سے عمل و نکاح باطل اور اولاد ولد الزناء قرار پاتی ہے..اور..جس میں علماء کا اختلاف ہو،وہاں استغفار،توبہ اور تجدیدِ نکاح کروایا جائے گا۔''

درمختار میں ہے،

''**مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدیدالنکاح** ۔یعنی جو (قول یا

فعل) بالاتفاق کفر ہو، اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اور اس کی اولاد ولد الزنا قرار پاتی ہے اور جسمیں اختلاف ہو، وہاں استغفار، توبہ اور تجدیدِ نکاح کروایا جائے گا۔'' (باب المرتد)

ماقبل مسئلہ سے واضح ہے کہ جہاں ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار ثابت ہو جائے، وہاں بالاتفاق کفر ثابت ہوگا، ورنہ مع الاختلاف۔

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''مرد عورت میں سے دونوں یا ان میں سے کوئی ایک، جب کفر کا اظہار کر دے، تو ان کا حکم مرتدوں والا ہوگا یعنی ان کا نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔''

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ

''**ان کانا یظھران الکفر او احد ھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما ویصح نکاح المراۃ مع الثانی** ۔یعنی مرد عورت دونوں یا ان میں سے ایک کفر کا اظہار کرے، تو یہ بمنزلہ مرتد کے ہوں گے، ان کا نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا درست ہوگا۔''

(جلد اول۔کتاب النکاح۔باب المحرمات)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر بچہ سات برس کا ہو اور اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو، تو اس کے کفر و اسلام اختیار کرنے کا اعتبار ہوگا۔''

مثلاً اگر کسی سات سالہ اور تمیز رکھنے والے بچے کے ماں باپ کافر ہیں اور وہ اپنے ماں باپ کے برخلاف اسلام قبول کرلیتا ہے، تو اسے مسلمان شمار کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں پر اسے غسل وکفن دینا، اس کے جنازے کی نماز پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا فرض ہوگا۔

اور اگر مسلمانوں کا بچہ اسی عمر وحالتِ تمیز میں ہو اور (معاذاللہ) کوئی دوسرا مذہب قبول کرلے، تو مرتد ہوجائے گا، اگر اسی حالت میں مرا، تو کفر کی موت مرا۔ اب مسلمانوں پر اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا سلوک کرنا حرام ہوگا۔

تنویر الابصار میں ہے،

اذاارتد صبی عاقل صح کاسلامه والعاقل الممیز ۔یعنی جب عقل رکھنے والا بچہ مرتد ہوجائے، تو اس کا ارتداد درست ہوگا، جیسے اس کا اسلام لانا درست ہے اور عاقل سے مراد امتیاز کرنے والا ہے۔'' (باب المرتد)

اس کی شرح درمختار میں ہے،

وھو ابن سبع فاکثر ۔امتیاز کرنے والا بچہ سات سال یا اس سے زائد عمر کا (ہوتا) ہے۔ (باب المرتد)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر سات برس کا ایسا بچہ ہو کہ جس کا کفر واسلام کچھ بھی ظاہر نہ ہو.. یا..اس سے کم عمر میں ہی فوت ہوگیا، تو اب اس کے کفر واسلام کا معیار اس کے ماں باپ کا کفر واسلام ہوگا اور اگر ماں باپ کا مذہب جدا جدا

ہو، تو بچہ، بہتر دین والے کے تابع ہوگا۔"

یعنی مذکورہ صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس کے والدین مسلمان ہیں یا کافر۔ اگر خدانخواستہ کافر ہوں، تو یہ بچہ بھی کافر شمار ہوگا۔

درمختار میں ہے،

زوجان ارتدافولدت ولدایجبر علی الاسلام لتبعیته لابویه۔

یعنی اگر ماں باپ (معاذ اللہ) دونوں مرتد ہو گئے، پھر عورت نے بچہ جنا، تو اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ وہ دین میں اپنے والدین کے تابع ہے۔"

(باب المرتد)

اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو، تو اب اسے مسلمان قرار دیں گے، کیونکہ بچہ ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے، جو دین کے اعتبار سے بہتر ہو۔

تنویر الابصار میں ہے،

الولدیتبع خیر الابوین دینا۔ یعنی بچہ والدین میں سے اس کے تابع ہوگا، جو دین کے اعتبار سے بہتر ہو۔" (باب المرتد)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"اگر کسی کا دل ایمان پر مضبوط ہو اور زبان سے مجبوراً کلمہ کفر نکالے، تو اس سے کافر نہ ہوگا۔ ہاں اگر حالتِ خوشی میں کلمہ کفر ادا کیا، چاہے دل ایمان پر مطمئن ہو، کافر ہو جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو، سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، ہاں جو دل کھول کر کافر ہو، ان پر اللہ کا غضب ہوا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔'' (پ۱۴۔ النحل۔ ۱۰۶)

لیکن اس مقام پر مجبوری کا درست مطلب جاننا بھی بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ شرعی لحاظ سے جس مجبوری کو کلمہ کفر کہہ دینے کے لئے عذر شمار کیا گیا ہے، وہ اس وقت متحقق ہوگی کہ

''کوئی جان سے مارنے یا کسی عضو کے ضائع کردینے کی دھمکی دے اور جس کو دھمکی دی گئی اسے یقین کامل ہو کہ اگر اس کی بات نہ مانی گئی، تو جو کہہ رہا ہے، یقیناً کر گزرے گا۔'' (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ)

یہ حالت ''حالتِ اِکراہ'' کہلاتی ہے اور جسے مجبور کیا گیا، اسے ''مُکْرَہ'' اور اس مجبوری کو ''اکراہِ شرعی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اکراہِ شرعی کے علاوہ کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرنا، دائرہ اسلام سے باہر کروا کر غضبِ الٰہی میں گرفتار کروا دے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

''رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان یکون

کافرا ولا یکون عنداللہ تعالیٰ مؤمنا ۔یعنی ایک شخص نے بحالتِ خوشی اپنی زبان سے کفر کا ارتکاب کیا، حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا، تو وہ کافر ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن شمار نہ ہوگا۔'' (باب المرتد)

شرح فقہ اکبر میں ہے،

''اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق وجودا وعدمافاذا بدلہ بغیرہ فی وقت یکون متمکنامن اظہارہ کان کافرا واما اذازال تمکنہ من الاظہار بالاکراہ لم یصر کافرا ۔یعنی زبان دل کی ترجمان ہے، تو یہ (دل میں) تصدیق کے (موجود) ہونے یا نہ ہونے کی دلیل ہوگی۔پس جب اس نے اسے (یعنی تصدیق کو) اظہارِ ایمان پر قادر ہونے کے وقت اس کے غیر (یعنی اظہارِ کفر) سے بدل دیا، تو کافر ہوگیا اور اگر اکراہ کے سبب اظہارِ ایمان پر قادر نہ ہو، تو کافر نہ ہوگا۔'' (باب الایمان ھوالاقرار والتصدیق)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو شخص اپنی ذات کے لئے ثبوتِ کفر پر راضی ہو، علمائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ وہ کافر ہے۔''

منح الروض میں ہے،

''من رضی بکفر نفسہ فقد کفرای اجماعا ۔یعنی جو اپنی ذات کے کفر پر راضی ہوا، وہ بالاتفاق کافر ہے۔'' (فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ)

مثلاً کسی شخص نے کفار کی کوئی علامت اختیار کی، جیسے گلے میں صلیب لٹکا

''جو اپنے مسلمان ہونے کا انکار کردے ..یا..خود کو کافر کہے، کافر ہے، چاہے کہتا ہو کہ مجھے مسئلے کا علم نہ تھا۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،''

ائمہ نے فرمایا ہے جو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کرے، وہ مسلمان نہیں، اسے توبہ کرنے کے بعد تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح بھی لازم ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۱۴۔صفحہ ۲۷۰)

الاشباہ والنظائر میں ہے،

''قیل لھاانت کافرۃ فقالت اناکافرۃ کفرت ۔یعنی کسی نے عورت کو کہا،''تو کافرہ ہے۔'' اس نے کہا،''(ہاں) میں کافرہ ہوں۔'' تو وہ کافرہ ہوگئی۔''

(کتاب السیر۔باب الردۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

''مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ماعلمت انه کفر لایعذر منه ۔یعنی اگر کوئی مسلمان کہے،''میں ملحد ہوں'' تو کافر ہو جائے گا، اگرچہ کہے کہ مجھے اس سے کافر ہو جانے کا علم نہ تھا، اس کا یہ عذر قبول نہ کیا جائے گا۔'' (باب موجبات الکفر انواع)

اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ نوکری یا ویزے کے حصول، کسی اچھے اسکول یا کالج یا یونیورسٹی میں داخلے ..یا.. بینک اکاؤنٹ سے کٹنے والی زکوٰۃ کو بچانے کے لئے خود کو کافر کہنے یا لکھوانے کا ارتکاب، دائرہ اسلام سے خارج کروادے گا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

ہونے کا اعتقاد کیا۔'' (ردالمحتار۔باب التعزیر)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

''المختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل فی هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان اراد الشتم ولایعتقده کافرالایکفر ان کان یعتقده کافر افخاطبه بهذابناء علی اعتقاده انه کافر یکفر۔یعنی ایسے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ اگر ایسے کلمات سے مراد گالی دینا اور فقط برا کہنا ہو اور اس کے کافر ہونے کا اعتقاد نہ ہو، تو کہنے والا کافر نہ ہوگا اور اگر اسے کافر اعتقاد کر کے مخاطب کیا، تو اب کافر ہو جائے گا۔''

(الباب التاسع فی احکام المرتدین)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کلمہ کفر صادر ہونے پر توبہ کے بعد دوبارہ نکاح کے لئے دو گواہ ضروری ہیں، یہ عام ہے کہ وہ اجنبی ہوں..یا..اپنے جوان بیٹا بیٹی، بہن بھائی اور نوکر چاکر میں سے کوئی۔''

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''معاذ اللہ جس سے کلمہ کفر صادر ہو، اسے توبہ کے بعد تجدیدِ نکاح کا حکم لازم ہے اور نکاح دو گواہوں کے بغیر نہیں ہو سکتا۔وہ دو مرد ہوں..یا..ایک مرد اور دو عورتیں۔عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان عورت کے نکاح میں ان کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے۔یہ بھی ضروری ہے کہ وہ گواہ نکاح کے ایجاب وقبول کو ایک سلسلہ میں سنیں

''اگر ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بغیر کسی وجہِ صحیح کے کافر کہہ دے اور نیت اسے کافر قرار دینے کی ہی ہو، برا بھلا یا بطورِ گالی کہنا مقصود نہ ہو تو، ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔''

شفیع محشر (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے،

اَیُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِاَخِیْهِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا اِنْ کَانَ کَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَیْهِ ۔یعنی جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے، تو یہ کفران دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا، اگر سامنے والا اسی طرح ہو جیسے اس نے کہا (تو اس کی طرف) ورنہ اس کہنے والے کی جانب لوٹے گا۔''

(مسلم۔ کتاب الایمان)

درمختار میں ہے،

عُزِّرَ الشاتم بیا کافر وهل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والالا به یفتی ۔یعنی کسی مسلمان کو یا کافر کے ساتھ گالی دینے والے کو تعزیراً سزا دی جائے گی اور کیا اپنے مسلمان بھائی کو اعتقاداً کافر کہنے والا کافر ہوگا؟ تو ہاں (وہ کافر ہوگا) اور اگر اس اعتقاد کے ساتھ نہیں کہا، تو نہ ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔'' (باب التعزیر)

اعتقاداً کافر کہنے سے کافر ہونے کی علت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی (قدس سرہ) لکھتے ہیں،

''**لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا** ۔ یعنی کیونکہ جب اس نے مسلمان کو کافر جانا، تو اس نے (معاذ اللہ) دین اسلام کے کفر

اور یہ سمجھ رہے ہوں کہ نکاح ہو رہا ہے کہ بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ہاں یہ کچھ ضروری نہیں کہ وہ غیر ہی ہوں، بلکہ اپنا بیٹا بیٹی، بھائی بہن یا نوکر چاکر میں کسی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں، کافی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ۔جدید ۱۴۔صفحہ ۳۱۶)

✪ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ ومکان..یا..سمت وجہت ثابت کرنا کفر ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ کسی مکان (یعنی جگہ) میں ہے ..یا..خاص سمت مقرر کرنا کہ وہ اوپر یا نیچے ہے، ہر طرح کفر ہے۔ہاں اگر مکان یا جہت ثابت کرنا مقصود نہیں، نہ ہی اس کا عقیدہ رکھتا ہو، بلکہ احادیثِ کریمہ کے ظاہری مضامین کو حکایت کرنا مقصود ہو، تو اب کافر نہ ہوگا، لیکن عوام کے سامنے اس سے بھی بچا جائے۔

البحر الرائق میں ہے کہ

''ان قال اللہ تعالیٰ فی السماء فان قصدحکایة ماجاء فی ظاهر الاخبار لایکفر وان ارادالمکان کفروان لم یکن نیة کفر عندالاکثر وهو الاصح وعلیه الفتوی۔ یعنی اگر کسی نے کہا ''اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے''، پھر اس سے اس مضمون کو بعینہ بیان کرنے کا ارادہ کیا، جو ظاہراً احادیثِ کریمہ سے حاصل ہوتا ہے، تو کافر نہیں اور اگر اس نے مکان مراد لیا، تو کافر

ہوگا اور اگر کوئی ارادہ نہ کیا، تو اکثر کے نزدیک کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔'' (باب احکام المرتدین)

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ

''یکون کفرا لان اللہ تعالیٰ منزہ عن مکان ۔یعنی یہ کفر ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔'' (کتاب السیر ۔باب یکون کفرا و مالا یکون کفرا)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے کہ

''یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالیٰ ۔یعنی وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کیا ہے۔'' (فصل الثانی فی الفاظ الکفر)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

''یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ ۔یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے کے سبب کافر قرار دیا جائے گا۔'' (فصل الثانی فی الفاظ الکفر)

ابن حجر مکی (قدس سرہ)، علماء اسلام کے نزدیک متفقہ طور پر کفریہ کلمات کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

''او قال اللہ تعالیٰ فی السماء عالم او علی العرش وعنی بہ المکان او لیس لہ نیۃ او قال لیس لہ نیۃ او قال ینظر الینا و یبصرنا من العرش او قال ھو فی السماء او علی الارض او قال لا یخلو منہ مکان او قال اللہ تعالیٰ فوق و انت تحتہ ۔یعنی یا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عالم ہے یا عرش پر اور اس سے مراد مکان لیتا ہے یا اس کی کوئی نیت نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عرش سے دیکھتا ہے یا کہتا ہے کہ وہ آسمان میں ہے یا زمین پر ہے یا کہتا ہے

کہ اس سے کوئی جگہ خالی نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے اور تو نیچے ہے (تو ان سب صورتوں میں کافر ہو جائے گا)۔'' (اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ۔ مقدمہ کتاب)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو اللہ عزوجل کے لئے ایسا وصف ذکر کرے، جو اس کی شان کے لائق نہیں.. یا.. اسے جہالت، عجز یا نقص کی جانب منسوب کرے، کافر ہے۔''

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

''یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بمالایلیق بہ او نسبہ الی الجھل او العجز او النقص۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کو کسی ایسے وصف سے متصف کرے، جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اسے جہل، عجز یا نقص کی جانب منسوب کرے، تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔'' (الباب التاسع فی احکام المرتدین)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو اللہ تعالیٰ کی خاص صفات مثلاً قدوس، رحمٰن یا قیوم وغیرہ کو کسی مخلوق کے لئے ثابت کرے، کافر ہے۔''

مجمع الانھار میں ہے،

''اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرھا یکفر۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے اسمائے مختصہ میں کسی اسم کا اطلاق مخلوق پر کرے، مثلاً اسے قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔'' (باب المرتد)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبی کے کلمات کہے، چاہے مصیبت و پریشانی میں ہی کیوں نہ ہوں، کافر ہے۔''

جامع الفصولین میں ہے،

''ابتلی بمصیبات متنوعة فقال اخذت مالی وولدی واخذت کذاو کذافماذاتفعل ایضاًوماذابقی لم تفعله وماشبهه من الالفاظ کفر۔ ایک شخص نے مختلف مصائب میں گرفتار ہو کر کہا (اے اللہ!) تو نے میرا مال، میری اولاد اور میرا یہ یہ چھین لیا، اس کے بعد اور کیا کرے گا اور باقی رہ ہی کیا گیا ہے، جو تو نے نہیں کیا اور اس کی مثل دیگر الفاظ کہے، تو یہ کفر ہے۔''
(فصل فی مسائل کلمات الکفر)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو وعظ و تقریر گستاخیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مشتمل ہو، اس کا کرنے والا اور اسے سن کر پسند کرنے والے، سب کے سب کافر ہو جائیں گے۔''

امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے ایک شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے دوران بیان یوں کہا تھا کہ

''حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج تک کسی کے ایسے نہ ہوئے۔ (معاذ اللہ) اس تکبر کی بناء پر حضور کا دندان اقدس جنگِ احد میں شہید ہو گیا تھا۔''

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا،

''اس نے حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں معاذ اللہ ''تکبر'' کا لفظ کہا، یہ صریح کفر ہے۔ وہ ایمان سے نکل گیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس نے جیسے یہ کلمہ مجمع میں کہا، اسی قسم کے مجمع میں توبہ کرے اور اسلام لائے۔ اگر نئے سرے سے اسلام نہ لائے، تو مسلمانوں کو اس سے سلام و کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام، بیمار پڑے، تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے غسل و کفن دینا حرام، اس کے جنازے کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام، اسے مرنے کے بعد کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر جو اسے مسلمان سمجھتا رہے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرے، بلکہ اس کے کفر میں شک بھی کرے، تو وہ خود بھی کافر جائے گا۔ اور اگر اس روایت کو سن کر پسند کیا، تو وہ سب پسند کرنے والے اس کی مثل کافر ہو گئے اور انکی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۴۷)

خیال رہے کہ گستاخوں کے ساتھ اس قسم کا رویہ اختیار کرنے کا حکم، خود رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم مبارک کی روشنی میں اخذ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے،

''لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهٗ یَجِیْءُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَاِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ وَلَا تَنَاكَحُوْهُمْ وَلَا تُوَارِثُوْهُمْ وَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَلَا

تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ... تُصَلُّوْا عَلَیْھِمْ۔ یعنی میرے اصحاب کو گالی مت دو، کیونکہ آخر زمانے میں ایک قوم آئے گی، جو میرے اصحاب کو گالی دے گی، پس اگر وہ بیمار ہو جائیں، تو ان کی عیادت نہ کرنا، اگر مر جائیں، تو ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا، ان سے ایک دوسرے کا نکاح نہ کرنا، نہ انہیں وراثت میں سے حصہ عطا کرنا، نہ انہیں سلام کرنا اور نہ ہی ان کے لئے رحمت کی دعا کرنا۔'' (کنز العمال۔ کتاب الفضائل۔ حدیث ۳۲۵۳۹)

وجہِ استدلال واضح ہے کہ جب صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کو گالی دینے والے کے بارے میں یہ حکم فرمایا گیا، تو خود سید الانبیاء (علیھم السلام) کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والے سے اجتناب کس قدر فرض ہوگا؟....یقیناً ایک صاحبِ ایمان اور زندہ دل ذی شعور پر یہ امر ہرگز مخفی نہیں رہ سکتا۔

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر کوئی حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حاصل ہونے والی نعمتوں کا انکار کرے.. یا.. سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنھا) پر کسی برے کام کی تہمت لگائے.. یا.. سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحابیت کا انکار کرے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔''

شرح ملتقی الابحار میں ہے،

یکفر بقوله ماکان علینانعمة النبی صلی الله علیه وسلم لان البعثة من اعظم النعم وبقذفه عائشة رضی الله تعالیٰ عنهاوانکاره صحبة ابی بکر رضی الله عنه ۔یعنی وہ شخص کافر ہو جائے گا، جو یہ کہے کہ ہم پر

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی نعمت نہیں، کیونکہ آپ کی بعثتِ مبارکہ سب سے بڑی نعمت ہے.. یا.. سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر تہمت لگاتا ہے.. یا.. سیدنا ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحابیت کا انکار کرتا ہے۔'' (مجمع الانھار شرح ملتقی الابحار۔ باب المرتد)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو شخص ایسی تحریر لکھے، جس میں سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کی گئی ہو، جو اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھے، جس کی نگرانی میں ایسا مضمون تیار ہوا، جو اس کا دیگر زبان میں بخوشی ترجمہ کرے اور جو اسے پڑھ کر اپنے نبی کی توہین پر راضی رہے.. یا.. اسے معمولی تصور کرے، یہ سب اشخاص کافر و مرتد ہیں، چاہے بالغ ہوں یا نابالغ۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے ایک امتحانی پرچے میں گستاخیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مشتمل مواد شامل کرنے والے ممتحن، اس کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے پر مامور دو اشخاص، اس پر نظر ثانی کرنے والوں اور ان مسلمان طلباء کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جنہوں نے نمبر حاصل کرنے کے لالچ میں اسے حل کیا۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا،

''وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔یعنی اور جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذاء دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (پ۱۰۔توبۃ۔۶۱)

☆اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمۡ عَذَابًا مُّھِیۡنًا ۔یعنی بے شک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے، دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (پ۲۲۔الاحزاب۔۵۷)

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا، وہ کافر و مرتد ہے۔جس جس نے اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا، وہ بھی کافر و مرتد۔جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ بھی اور طلباء میں سے جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی رہے..یا..اسے ہلکا جانا..یا..اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا، وہ سب بھی کافر و مرتد ہو گئے۔بالغ ہوں خواہ نابالغ۔ان چاروں فریق میں سے ہر ایک سے مسلمانوں کو سلام و کلام حرام، میل جول حرام، نشست و برخاست حرام، بیمار پڑے، تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ یہ فعل خود کفر اور تعلق اسلام کو قطع کرنے والا ہے۔یہ احکام ان سب کے لئے عام ہیں۔اور ان میں جو شادی شدہ تھے، ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہو گی، تو حرام اور زنائے خالص ہو گی اور اس سے جو اولاد پیدا ہو گی، ولد الزناء ہو گی۔ان کی بیویوں کو شرعاً

اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں۔

پھران میں سے جسے ہدایت نصیب ہواور وہ توبہ کرے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا مسلمان ہو،تو جتنے احکام اس کی موت سے متعلق ذکر ہوئے ،ان پر عمل نہ کیا جائے گا۔لیکن اس سے میل جول کی ممانعت پھربھی باقی رہے گی۔ یہاں تک اس کے حال سے صدق وندامت وخلوصِ توبہ وصحتِ اسلام ظاہر وروشن ہو۔مگرعورتیں اب بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں،انہیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں دوسرے سے نکاح کرلیں..یا..کسی سے نہ کریں،ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔ہاں اگران کی مرضی ہو،تو ان کے اسلام لانے کے بعدان سے بھی نکاح کرسکتی ہیں۔

شفاءشریف میں ہے کہ

''اجمع العلماء ان شاتم النبی ﷺ المتنقص له کافر والوعید جار علیه بعذاب الله تعالیٰ له وحکمه عندالامة القتل ومن شک فی کفره وعذابه فقد کفر ۔یعنی علماءاسلام نے اس پر اتفاق کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اوراس پرعذابِ الٰہی کی وعید جاری ہے۔اوروہ امت کے نزدیک واجب القتل ہے۔اور جواس کے کافر ومستحق عذاب ہونے میں شک کرے،بے شک وہ بھی کافر ہوگیا۔''

(القسم الرابع فی وجوہ الاحکام........)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ

''لوارتدوالعیاذبالله تعالیٰ تحرم امراته ویجدد النکاح بعد اسلامه والمولود بینهماقبل تجدیدالنکاح بالوطیء بعد التکلم بکلمة

الکفر و لدزنا ثم ان اتی بکلمۃ الشھادۃ علی العادۃ لایجدیہ مالم یرجع عما قالہ لان باتیانھما علی العادۃ لایرتفع الکفر الا اذا سب الرسول ﷺ او واحدا من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام فلا توبۃ لہ و اذا شتمہ علیہ الصلوۃ والسلام سکران لایعفی و اجمع العلماء ان شاتمہ کافر ومن شک فی عذابہ و کفرہ کفر ۔یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو جائے، اس کی بیوی (اس پر) حرام ہو جاتی ہے، پھر اگر وہ اسلام لائے، تو اس سے نکاح جدید کیا جائے۔ اور کلمہ کفر کے کہنے کے بعد اور اسلام لانے سے قبل وطی سے جو بھی بچہ پیدا ہوگا، حرام کا ہوگا۔ پھر اگر ایسے شخص نے کلمہ شہادت کو بطورِ عادت پڑھا، تو اسے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا، جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے کہ جو اس نے کہا تھا۔ کیونکہ کلمہ شہادت کو عادۃً پڑھ لینے سے کفر نہیں اٹھے گا۔ جو شخص رسول اللہ (ﷺ) یا انبیاء (علیہم السلام) میں سے کسی نبی کی گستاخی کرے، دنیا میں توبہ کے بعد بھی اسے قتل کی سزا دی جائے۔ یہاں تک کہ اگر نشے میں گستاخی کی، جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔ اور تمام علماءِ اسلام کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے عذاب و کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔"

(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش فتاویٰ ھندیۃ ۔ الفصل الثانی)

فتح القدیر میں ہے کہ

"کل من ابغض رسول اللہ ﷺ بقلبہ کان مرتدا فالساب بطریق الاولی وان سب سکران لایعفی عنہ ۔یعنی ہر وہ شخص جو رسول اللہ (ﷺ) سے بغض رکھتا ہو، مرتد ہے، تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ مرتد و کافر

ہوگا اور اگر نشے میں گستاخی کی، تب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔'' (باب احکام المرتدین)

البحر الرائق میں ہے کہ

''سب واحد من الانبیاء کذلک فلایفید الانکار مع البینة لانا نجعل انکار الردة توبة ان کانت مقبولة ۔یعنی کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرے، یہی حکم ہے (یعنی اسے معافی نہ دی جائے گی) اور بعدِ ثبوت، گستاخ کا انکار کوئی فائدہ نہ دے گا، کیونکہ مرتد کا ارتداد سے انکار (دفع سزا کے لئے) وہاں توبہ قرار دیں گے کہ جہاں توبہ مقبول ہو (اور انبیاء (علیھم السلام) کی شان میں گستاخی دیگر کفروں کی مثل نہیں، چنانچہ معافی نہ دی جائے گی)۔'' (باب احکام المرتدین)

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ

''لا تصح ردة السکران الاالردة بسب النبی ﷺ فانه لایعفی عنه کذافی البزازیة وحکم الردة بینونة امراته مطلقاً (ای سواء رجع اولم یرجع غمزالعیون) واذا مات علی ردته لم یدفن فی مقابرالمسلمین ولااھل ملة وانمایلقی فی حفرة کالکلب والمرتداقبح کفرامن الکافرالاصلی واذاشھدوعلی مسلم بالردة وھومنکرلایتعرض له لالتکذیب الشھودالعدول بل لان انکاره توبة ورجوع فتثبت الاحکام للمرتدلوتاب من حبط الاعمال وبینونة الزوجة وقوله لایتعرض له انما ھوفی مرتد تقبل توبته فی الدنیاالاالردة بسب النبی ﷺ ۔یعنی (کفر صادر ہونے کی صورت میں) کسی کو نشے کی حالت میں مرتد قرار دینا صحیح نہیں، لیکن نبی کریم (ﷺ) کی گستاخی کے سبب کافر

ہونے والے کو نشے کی حالت میں بھی معاف نہ کیا جائے گا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور مرتد ہونے کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جائے گی (یہ عام ہے کہ وہ توبہ کرے یا نہ کرے۔ غمز العیون) اور اگر وہ حالتِ ارتداد میں ہی مر گیا، تو نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ کسی اہل کتاب کے، بلکہ محض اسے ایک گڑھے میں کتے کی مثل ڈال دیں گے۔ اور مرتد اپنے کفر کے اعتبار سے کافر اصلی سے زیادہ برا ہے۔ اور جب کچھ لوگ کسی مسلمان کے مرتد ہو جانے کی گواہی دیں اور وہ انکار کر دے، تو اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا، اس وجہ سے نہیں کہ عادل گواہوں کی تکذیب مقصود ہے، بلکہ اس لئے کہ اس کا انکار، توبہ اور ارتداد سے رجوع ہے۔ پس وہ احکام ثابت ہوں گے، جو مرتد تائب کے لئے ہیں یعنی اس کے تمام اعمال کا ضائع ہو جانا اور زوجہ کا فوراً نکاح سے نکل جانا۔ اور انکار کی صورت میں اس سے تعرض نہ کرنے کا قول اس وقت ہے کہ جب اس کی توبہ دنیا میں مقبول ہو، نہ کہ وہ ارتداد جو رسول اللہ (ﷺ) کی گستاخی کے سبب ہو (کہ اس میں بعدِ توبہ بھی معافی نہیں)۔'' (باب احکام المرتدین)

ذخیرۃ العقبی میں ہے کہ

''قد اجمعت الامة على ان الاستخفاف بنبينا ﷺ وباى نبى كان عليهم الصلوة والسلام كفر سواء فعله على ذلك مستحلا ام فعله معتقد الحرمة وليس بين العلماء خلاف فى ذلك ومن شك فى كفره وعذابه كفر۔ یعنی بے شک تمام امتِ مرحومہ کا اجماع ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) خواہ کسی بھی نبی کی توہین کرنا کفر ہے، حلال جان کر اس کا مرتکب

ہوا.. یا..حرام سمجھ کر، دونوں طرح کافر ہے اور اس میں علماء کا بالکل اختلاف نہیں ہے اور جواس کے کفراور عذاب میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔''

(کتاب الجہاد۔باب الجزیہ)

اسی میں ہے کہ

''لایغسل ولایصلی علیه ولایکفن اما اذا تاب وتبرأ عن الارتداد ودخل فی دین الاسلام ثم مات غسل وکفن وصلی علیه ودفن فی مقابر المسلمین ۔یعنی گستاخی کرنے والا جب مرجائے، تو نہ اسے غسل دیں، نہ کفن دیں، نہ ان پر نماز پڑھیں۔ ہاں اگر وہ توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے بیزاری کا اظہار کرے اور دین اسلام میں داخل ہو، اس کے بعد مرجائے، تو غسل، کفن، نماز، مقابر مسلمین میں دفن، سب کچھ ہوگا۔'' (کتاب الجہاد۔باب الجزیہ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''انبیاء (علیہ السلام) کا ذکر ان کے پیشوں مثلاً کپڑا بننا یا زرہیں بنانا وغیرہ کے ساتھ، توہین کی نیت سے کرنا، کفر ہے اور توہین وتحقیر کی نیت نہیں، تو نہیں۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

''اگر انبیاء (علیھم السلام) کا ان کے پیشوں کے ساتھ ذکر محل توہین میں کیا، تو کافر ومرتد ہے اور اگر کسی محل صحیح میں نیتِ صحیح کے ساتھ کیا، تو حرج نہیں اور اگر نہ کوئی نیتِ فاسدہ تھی اور نہ صحیحہ، ویسے ہی بے معنی حکایات کے طور پر بیان کیا، تو بے

ادب ہے اور قابل سزا۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۱۴۔صفحہ ۶۴۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''**غیر نبی کو انبیاء (علیہم السلام) سے افضل ماننا ،علماء اسلام کے نزدیک بالاتفاق کفر ہے۔''**

شرح مقاصد میں ہے،

ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء ۔بے شک مسلمانوں کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء (علیہم السلام)،اولیاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے افضل ہیں۔'' (جلد۲۔صفحہ ۳۰۵)

الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں ہے،

(تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان اولا (کفر وضلال کیف وھو تحقیر للنبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی الولی ۔یعنی ولی کو کسی بھی نبی پر، خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل ،افضلیت دینا کفر وگمراہی ہے۔اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابلے میں نبی کی تحقیر اور اجماع کی مخالفت ہے ،کیونکہ نبی کے ولی سے افضل ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔'' (باب الاستخفاف بالشریعۃ کفر)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے،

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ ۔یعنی نبی ،ولی سے افضل ہے اور یہ امر

یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔''
(کتاب العلم۔باب ما یستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو شخص کسی بھی نبی (علیہ السلام) کی شان میں گستاخی کرے، اس کی توبہ مقبول نہیں، ہاں اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کرے، تو توبہ مقبول ہے اور جو اس کے عذاب و کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔''

اولاً یاد رکھا جائے کہ ''جہاں کہیں کہا گیا ہے کہ گستاخِ رسول (ﷺ)، مرتد کی توبہ قبول نہیں اس کا معنی یہ ہے کہ توبہ کے باوجود، حاکم اسلام اسے موت کی سزا دے گا۔'' (کما فی الفتاویٰ الرضویۃ۔ج ۱۴۔صفحہ ۳۰۴)

درمختار میں ہے،

الکافر بسب نبی من الانبیاء لایقبل توبته مطلقاً ولو سب اللہ تعالیٰ قبلت لانه حق اللہ تعالیٰ والاول حق عبد لایزول بالتوبة ومن شک فی عذابه و کفره کفر۔ یعنی جو کسی نبی کی گستاخی کے سبب کافر ہوا، اس کی توبہ کسی حال میں قبول نہیں اور اگر اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کی تو، توبہ قبول ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جب کہ پہلا بندے کا حق تھا، جو (فقط) توبہ سے زائل نہیں ہوتا (بلکہ صاحبِ معاملہ سے معافی طلب کرنا بھی ضروری ہے) اور جس نے بھی اس کے عذاب و کفر میں شک کیا، وہ بھی کافر ہو جائے گا۔'' (باب المرتد)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو شخص قرآن کریم میں زیادتی، کمی یا تبدیلی یعنی کسی بھی طرح بشری تصرف کا دخل مانے .. یا.. یوں کہے کہ ان تمام امور کا احتمال ہے، تو وہ کافر ومرتد ہو جائے گا۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی بھی قسم کی تبدیلی وکمی وزیادتی کے نہ ہونے کا قائل ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے، اب جو ان امور کا اعتقاد رکھے، تو اس نے ضروریاتِ دین میں سے ایک مسئلے کا انکار کیا اور یہ ماقبل واضح ہو چکا کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔یعنی بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' (پ۱۴۔الحجر۔۹)

بیضاوی شریف میں ہے،

لحافظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص ۔ہم خود اس کے نگہبان ہیں یعنی تبدیلی وزیادتی وکمی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔''

حاشیہ جمل میں ہے،

بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القرآن فانہ محفوظ عن ذلک لایقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ اوینقص منہ حرفا واحدااو

کلمۃ واحدۃ ۔یعنی برخلاف دوسری آسمانی کتب کے کہ ان میں تبدیل وتحریف نے دخل پایا، بخلاف قرآن کے، کیونکہ یہ اس سے محفوظ ہے۔تمام انسانوں اور جنوں میں سے کوئی اس پر قادر نہیں کہ اس میں ایک حرف یا ایک کلمے کی بھی زیادتی یا کمی کر سکے۔''

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا،

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ☆لَايَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۔(اور وہ بے شک عزت والی کتاب ہے، باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے، حکمت والے سب خوبیوں والے سراہے کا)۔'' (پ۲۴۔حم السجدہ۔۴۱،۴۲)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے،

قال قتادۃ والسُدی الباطل ھو الشیطان لایستطیع ان یغیر او یزیدفیہ اوینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیاتیہ الباطل بین یدیہ اویزاد فیہ فیاتیہ الباطل من خلفہ وعلی ھذاالمعنی الباطل الزیادۃ والنقصان ۔یعنی قتادہ اور سدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہی ہے، قرآن میں تبدیلی، زیادتی یا کمی کی استطاعت نہیں رکھتا۔زجاج نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اس سے محفوظ ہے کہ اس میں کوئی کمی کی جائے تو باطل سامنے سے آئے یا کوئی زیادتی کی جائے، تو باطل پیچھے سے آئے۔پس اس معنی کے مطابق باطل، زیادتی اور نقصان ہی ہے۔''

امام قاضی عیاض (قدس سرہ) یقینی اجماعی کفر کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وکذلک ومن انکر القرآن اوحرفا منه اوغیّر شیئا منه اوزاد فیـــه ۔یعنی اسی طرح وہ بھی قطعا اجماعا کافر ہے، جوقرآن عظیم یااس کے کسی حرف کا انکارکرے یااس میں سے کچھ بدلے یاقرآن کچھ زیادتی کرے۔‘‘

(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ۔فصل فی بیان ماھومن مقالات.....)

کیا آپ کومعلوم ہے کہ

’’علمائے اسلام کااس پراتفاق ہے کہ قرآن کریم کی بےادبی کفر ہے۔‘‘

مثلاًاس کی یااس کے کسی حرف کی گستاخی..یا..اس کاانکار..یا..اس کی کسی خبرکوجھوٹاقراردینا..یا..اس میں کسی قسم کاشک کرنا۔

شفاءشریف میں ہے،

من استخف بالقرآن اوبشیء منه اوجحده او کذب بشیء منه اواثبت ماانفاه اونفی ماثبته علی علم منه بذلک اوشک فی شیء من ذلک فهو کافرعنداهل العلم بالاجماع ۔جوشخص قرآن مجید یااس کے کسی حرف کی گستاخی..یا..اس کاانکارکرے..یا..اس کی کسی بات کوجھٹلائے ..یا..جس بات کی قرآن نےنفی فرمائی اس کااثبات..یا..جس کااثبات فرمایا،اس کی دانستہ نفی کرے..یا..اس میں سے کسی چیز میں شک کرے،تووہ اہل اجماع کےنزدیک بالاتفاق کافر ہے۔‘‘ (فصل وعلم ان من استخف بالقرآن الخ)

کیا آپ کومعلوم ہے کہ

’’جوشخص حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوتمام صحابہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، بلکہ فقط

ابوبکروعمروعثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) سے بھی افضل جانے، تو گمراہ اور اگر خلافت صدیق اکبروعمرفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کا انکار کرے، تو کافر ہے۔ ایسے شخص کو رافضی کہا جاتا ہے۔''

خزانۃ المفتین میں ہے،

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافة الصدیق رضی اللہ عنه فھو کافر ۔ یعنی اگر رافضی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو باقی صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) سے افضل جانے تو گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انکار کرے، تو کافر ہے۔

(کتاب الصلوۃ۔ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لا یصح)

حاشیہ تبیین میں ہے،

فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع وان انکر خلافة الصدیق اوعمررضی اللہ عنھما فھو کافر ۔ یعنی رافضیوں میں سے جو شخص حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خلفاءِ ثلاثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) سے افضل کہے، تو گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کا انکار کرے، تو کافر ہے۔''

(کتاب الصلوۃ۔ باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو شخص حضرت ابوبکروعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کو گالی بکے.. یا..ان پر لعنت کرے، تو کافر ہے۔''

تیسیر المقاصد میں ہے،

الرافضی اذاسب ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما ولعنہما یکون کافر ۔یعنی اگر رافضی ،صدیق اکبر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالی دے یا ان حضرات پر لعنت کرے،تو کافر ہو جائے گا۔ (کتاب السیر)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''سادات ِکرام اور علماءِ عظام کی توہین کفر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ط قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ☆ لَاتَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۔یعنی اے محبوب !اگر تم ان سے پوچھو،تو کہیں گے، ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے،تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ،تم کافر ہو چکے، مسلمان ہو کر۔''

(پ۱۰۔توبہ۔٦٦)

ابن جزیر (قدس سرہ) نے حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے حدیث کی تخریج کی کہ ''ایک شخص نے غزوۂ تبوک کے موقع پر یوں کہا،''ہم نے اپنے قاریوں کی مثل اور نہ دیکھے، نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے اور نہ دشمنوں کے مقابلے میں بزدل۔'' یہ سن کر اس مجلس میں بیٹھے ایک شخص نے کہا،''تو جھوٹا ہے،تو

منافق معلوم ہوتا ہے، میں ضرور رسول اللہ (ﷺ) کو اس بات کی خبر دوں گا۔" جب رسول اللہ (ﷺ) کو اس بات کی خبر دی گئی، تو قرآن پاک کا نزول ہوا اور میں نے اس شخص کو رسول اللہ (ﷺ) کی تنگ (یعنی زین کسنے کے چوڑے تسمے) کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم تو دل لگی اور کھیل کود کر رہے تھے۔" اور رسول اللہ (ﷺ) اس کو جواباً فرما رہے تھے، "کیا تو اللہ عزوجل، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتا ہے؟"

(تفسیر در منثور۔ جلد ۳۔ صفحہ ۲۵۴)

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "

ثَلاَ ثَةٌ لاَیَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ اِلاَّمُنَافِقٌ بَیْنَ النِّفَاقِ ذُو الشَّیْبَةِ فِی الاِسْلاَمِ وَالاِمَامُ الْمُقْسِطُ وَمُعَلِّمُ الْخَیْرِ ۔ یعنی تین افراد کو منافق کے سوا کوئی حقیر نہ سمجھے گا۔ وہ بوڑھا جو حالتِ اسلام میں بوڑھا ہوا، عادل امیر اور خیر کی تعلیم دینے والا۔" (کنز العمال۔ کتاب التوبیخ)

مجمع الانھار میں ہے،

والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عُوَیْلَم اولعَلَوِی عُلَیْوِی قاصدابه الاستخفاف کفر ۔ سادات اور علماء کی بے عزتی کرنا کفر ہے۔ جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عویلم (یعنی گھٹیا عالم) اور علوی کو علیوی کہے، وہ کافر ہو جاتا ہے۔" (فصل ان الفاظ الکفر انواع)

لیکن یہاں اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کی یہ تحقیق ضرور یاد رکھی جائے کہ

''کسی خاص عالم کو کسی دنیوی وجہ سے گالی دینے سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی، ہاں مطلقاً علماء کو.. یا.. کسی خاص عالم دین کو بوجہ علم دین برا کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے، مگر یہ فسخ نکاح ہوتا ہے، طلاق نہیں۔''

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۱۴۔صفحہ۶۸۲)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا،

''عالم کی توہین اگر بوجہِ علم دین ہے، تو بلاشبہ کفر ہے اور اگر بلا کسی سبب ظاہر کے ہے، تو خوفِ کفر ہے، ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۱۵۔صفحہ۱۶۳)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''فرشتوں کی جانب غلطی کی نسبت کرنا کفر ہے۔''

مثلاً بسا اوقات کہہ دیا جاتا ہے کہ ''فرشتوں نے روح تو قبض کرنی تھی دادجان کی غلطی سے پوتے کو لے گئے۔'' وجہ یہ ہے کہ فرشتے معصوم ہیں، ان سے خطاء کا ظہور ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمۡ لَایَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ☆ یَخَافُوۡنَ رَبَّھُمۡ مِّنۡ فَوۡقِھِمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَایُؤۡمَرُوۡنَ۔ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہ وہی کرتے ہیں، جو انہیں حکم ہو۔ (پ۱۴۔النحل۔۴۹،۵۰)

مزید ارشاد فرمایا،

''لَایَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَھُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ۔ اپنے اوپر

اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہ وہی کرتے ہیں، جو انہیں حکم ہو۔

(پ۱۴۔النحل۔۵۰)

چنانچہ فرشتوں کی جانب غلطی کی نسبت، دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب نسبت ہے اور اللہ عزوجل کی طرف کسی غلطی کی نسبت کرنا یقیناً کفر ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو شخص شریعت کے لئے توہین آمیز الفاظ کہے، کافر ہے۔''

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

''**اذاقال الرجل لغیرہ حکم الشرع ھذہ الحادثۃ کذا فقال ذلک الغیر "من بر سم کار می کنم نہ بشرع" یکفر عند بعض مشائخ** ۔ یعنی جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ اس معاملے میں حکم شرع اس طرح ہے۔ یہ سن کر دوسرا بولا ''میں تو رسم کے مطابق کروں گا، نہ کہ شرع کے مطابق۔'' تو بعض مشائخ کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔'' (الباب التاسع فی احکام المرتدین)

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اس عورت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کہا تھا کہ ''چولھے میں جائے ایسی شریعت''..یا..''مری پڑے ایسی شریعت۔''

''ایسی عورت مرتدہ کافرہ ہوگئی۔شوہر پر حرام ہے۔ جب تک توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول نہ کرے، اس سے جماع حرام ہے۔ اگر جماع کیا، تو اس سے جو اولاد ہوگی، ولد الحرام ہوگی، اگر چہ اسے ولد الزناء نہ کہیں گے۔ اس عورت پر فرض ہے

کہ اس ملعون وناپاک الفاظ سے توبہ کرے اور از سرِ نو مسلمان ہو، اس کے بعد اس کا شوہر دو گواہوں کے سامنے اس سے دوبارہ نکاح کرے۔"

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۵۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"جو شخص نماز کی تحقیر کرے، اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہلکا جانے.. یا.. کسی کافر سے مسلمانوں کا شرعی احکام کے مطابق رویہ دیکھ کر کافر کو مظلوم کہے، کافر ہے۔"

مسلمانوں کے محلے میں ایک قادیانی نیا نیا آکر بسا۔ مسلمانوں نے محلے کے مسلمان مردوں عورتوں کو اس سے کسی بھی قسم کا تعلق قائم رکھنے سے منع کیا۔ اس پر ایک مسلمان عورت نے یوں کہا،

"بڑے نماز یئے پڑھ کر ملا ہو گئے، ہم عذاب ہی بھگت لیں گے، اس بے چارے قادیانی کو دق کر رکھا ہے۔"

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) نے دریافت کرنے پر اس عورت کے بارے میں لکھا،

"یہ عورت نماز کی تحقیر کرنے، عذابِ الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے، قادیانی کو اس فعل مسلماناں سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول ترک کرنے کو ظلم و ناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہوگئی۔ اپنے شوہر پر حرام ہے، جب تک کہ توبہ کر کے نئے سرے سے اسلام نہ لائے۔" (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۵۴)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اذان کے ساتھ مذاق کرنے سے انسان کافر ہوجاتا ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا گیا کہ ''زید نے مؤذن مسجد کی اذان کے ساتھ تمسخر کیا یعنی لفظ ''حی علی الصلوۃ ''یوں کہا، ''بھیا لٹھ چلا۔''...تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟....

آپ نے ارشاد فرمایا،

''اذان سے استہزاء ضرور کفر ہے۔ اگر اس کا مقصود اذان سے ہی استہزاء کرنا تھا، تو بلاشبہ کافر ہوگیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اگر یہ مسلمان ہوجائے اور عورت اس سے دوبارہ نکاح کرے، تب وطی جائز ہوگی، ورنہ زنا۔ اور اگر عورت بغیر اسلام و نکاح کے اس سے قربت پر راضی ہوئی، تو وہ بھی زانیہ ہے۔

اور اگر اذان سے استہزاء مقصود نہیں، بلکہ خاص اس مؤذن سے، اس وجہ سے کہ وہ غلط پڑھتا ہے، تو اس حالت میں زید کو (کافر تو قرار نہ دیا جائے گا، ہاں) تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم ضرور ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''داڑھی شریف کا مذاق اڑانا کفر ہے، چاہے کہا جائے کہ ہمیں مسئلہ معلوم نہ تھا۔''

ایک شخص نے داڑھی کے بارے میں کہا، ''(معاذ اللہ) مجھے ان چمگادڑ پروں کی ضرورت نہیں۔'' بعد میں کہا کہ ''ہم کو مسئلہ معلوم نہ تھا، لھذا ہمارا نکاح باقی ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے اس کے بارے میں حکم دریافت کیا گیا، تو آپ

نے فرمایا،

''داڑھی کے ساتھ استہزاء ضرور کفر ہے۔ زید کا ایمان زائل اور نکاح باطل ہوگیا۔ اور جہالت کا عذر بالکل غلط اور نا قابل قبول ہے کہ یہ شخص نہ کسی دور دراز پہاڑ کا رہنے والا ہے، نہ ابھی تازہ تازہ ہندو سے مسلمان ہوا ہے کہ اسے نہ معلوم ہو کہ داڑھی شعارِ اسلام میں سے ہے اور شعارِ اسلام سے استہزاء، اسلام سے استہزاء ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ اس سے نکاح ٹوٹ جانا نہ جانتا ہو، مگر اس کا نہ جاننا، اس کے نکاح کو محفوظ نہ رکھے گا، شیشے پر پتھر پھینکے، تو شیشہ ضرور ٹوٹ جائے گا، چاہے یہ نہ جانتا ہو کہ اس سے ٹوٹ جاتا ہے۔'' (فتاوی رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۱۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کسی جگہ خلافِ شرع فیصلے ہوتے ہوں، تو فقط پہچان کے لئے اسے ''عدالت'' کہنا، کفر نہیں۔ ہاں کسی غلط فیصلہ کرنے والے کو ''عادل'' کہنا کفر ہے۔''

چونکہ پہچان کے لئے ''جرائم کی سزا مقرر کرنے اور باہم لڑائی جھگڑوں کا فیصلے کروانے کے لئے حاضر ہونے والے مقام کو عرفِ عام میں عدالت کہا جاتا ہے، لھذا فقط پہچان کروانے کی نیت سے اسے عدالت کہنے میں حرج نہیں۔ ورنہ اس اعتقاد کے ساتھ اسے عدالت کہنا کہ یہاں جو فیصلہ ہوتا ہے، بالکل شرع کے موافق اور عدل وانصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے، ضرور قابل گرفت ہوگا۔ وجہ ذی شعور پر مخفی نہیں۔

ہاں غلط فیصلہ کرنے والے کو عادل کہنا معروف نہیں، چنانچہ یہاں گرفت ضرور ہوگی۔ لیکن چونکہ کبھی کبھی ظلماً فیصلہ کرنے دینے والے کو خوشامد کے طور پر بھی عادل کہہ دیا کرتے ہیں، لھذا اس نیت سے عادل کہنے والے کو تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح کافی ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) عطا کردہ تعلیمات کے خلاف فیصلہ سن کر اعتقاداً اسے عدل جانا، تو کافر ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''(آج کل نصاریٰ اور دیگر حکام کی عدالتوں کے لئے لفظ) **عدالت**، بطورِ علم رائج ہے، معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لھذا تکفیر ناممکن ہے۔ البتہ (ان فیصلہ کرنے والوں کو) عادل کہنا ضرور کلمہ کفر ہے۔ مگر یہ بروجہِ خوشامد ہوتا ہے، لھذا تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح کافی۔ ہاں **خِلَافُ مَا اُنْزِلَ** (یعنی اللہ عزوجل کی جانب سے نازل کردہ کے برخلاف) کو اعتقاداً عدل جانے، تو قطعاً وہی کافر ہے کہ **من شک فی کفرہ فقد کفر**۔ یعنی جس نے اس کے کفر میں شک کیا، وہ بھی کافر ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۰۷)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کسی گناہ کبیرہ کے ارتکاب کو درست واچھا کہنا کفر ہے۔''

کسی شخص نے جھوٹ کے بارے میں کہا،

''میں نے جھوٹ بولا تو کیا برا کیا؟''....

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) نے اسکے بارے میں ارشاد فرمایا،

''یہاں تک تو گناہ کبیرہ ہی تھا، جو آدمی کی ہلاکت وبربادی کو کافی ہے، آگے اس کا یہ کہنا کہ ''میں نے جھوٹ بولا، تو کیا برا کیا۔'' صریح کفر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ تجدیدِ اسلام کرے اور اگر شادی شدہ ہے، تو بعدِ قبولِ اسلام، دوبارہ نکاح کرنا بھی ضروری ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۱۵۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا کفر ہے۔''

لیکن یہاں یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

﴿1﴾ یہ اس وقت ہوگا کہ جب اس شے کی حلت وحرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو[۱] اور وہ حرام قرار دی جانے والی شے حَرَام لِعَیْنِہٖ ہو۔[۲]

﴿2﴾ یہ اس وقت ہوگا کہ جب اس شے کی حلت وحرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ یعنی اس صورت میں فقط پہلی بات کو شرط قرار دیا گیا ہے۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے،

۱: یعنی کسی ایسی دلیل سے کہ جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو مثلاً قرآن پاک کی ایسی آیت کہ جس کا معنی بالکل واضح ہو، اس میں کسی تاویل وتفسیر کی حاجت نہ ہو۔۔ یا۔۔ حدیثِ متواتر۔ (۱۲منہ) ۲: یعنی اس کا حرام قرار دیا جانا، اس کی ذات میں موجود کسی قباحت کی بناء پر ہو، کسی دوسری چیز پر موقوف نہ ہو، جیسے خنزیر کی حرمت۔ اسے حرام لذاتہ اور حرام بعینہ بھی کہتے ہیں۔ اور اگر وہ چیز بذاتِ خود قبیح نہیں، بلکہ اس میں وصفِ قبح کی موجودگی کسی دوسری چیز پر موقوف ہے، جیسے عید کے دن کا روزہ کہ بذاتِ خود قبیح نہیں، لیکن عید کے دن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ضیافت سے روگردانی کرنے کی بناء پر اسے حرام قرار دیا گیا، تو اسے حَرَام لِغَیْرِہٖ کہتے ہیں۔ (۱۲منہ)

''من اعتقد الحرام حلالا او على القلب يكفر هذا اذا كان حراما بعينه والحرمة قامت بدليل مقطوع به اما اذا كانت باخبار الاحاد لايكفر ۔ یعنی جس نے حرام کو حلال اعتقاد کیا یا برعکس، تو وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو، اور اگر ثبوت کسی خبر واحد سے ہو، تو کافر نہ ہوگا۔''

(الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ)

اور ردالمحتار میں ہے،

''حاصله ان شرط الكفر على القول الاول شيئان قطعية الدليل وكونه حراما لعينه وعلى الثانی يشترط الشرط الاول فقط ۔ یعنی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قول اول پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی، دلیل کا قطعی ہونا اور اس کا حرام لعینہ ہونا اور دوسرے قول پر فقط پہلی شے کو شرط قرار دیا جائے گا۔'' (کتاب الزکوۃ ۔ باب زکوۃ الغنم)

معلوم ہوا کہ چونکہ خرید وفروخت کی حلت، اللہ تعالیٰ کے فرمان،

''وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ ۔ یعنی اور حلال کیا اللہ نے بیع کو۔'' (پ ۔ بقرہ ۔ ۲۷۵)

..اور.. خنزیر کی حرمت ارشاد باری تعالیٰ،

''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ ۔ یعنی اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں، مردار اور خون اور سور کا گوشت ۔''

(پ ۔ بقرہ ۔ ۱۷۳)

سے ثابت ہے۔

چنانچہ اب اگر کوئی جائز بیع کو حرام.. یا.. خنزیر کو بلا عذر حلال قرار دے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۔یعنی بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا، اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام و حلال ٹھہرا لیا، تم فرماؤ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔'' (پ ۱۱۔یونس۔۵۹)

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا،

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ لَا يُفْلِحُوْنَ ۞ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔یعنی اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، ان کا بھلا نہ ہو گا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب۔ (پ ۱۴۔النحل۔۱۱۶، ۱۱۷)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حرام کی گئی چیزوں کا حلال جاننا مطلقاً کفر نہیں، جب تک کہ ان کی حرمت، ضروریاتِ دین سے نہ ہو۔''

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''بلکہ مذہبِ معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں، جب تک کہ زناء یا شربِ خمر یا ترکِ صلوۃ کی طرح اس کی حرمت، ضروریاتِ دین سے نہ ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۵۔صفحہ ۱۰۱)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''حدیثِ متواتر کا انکار کفر ہے۔ اور جو شخص حدیثِ پاک کو حدیث ہونے کی حیثیت سے حقیر جانے، اس کی توہین کرے تو اب چاہے، وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو، کافر ہو جائے گا۔''

اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیثِ متواتر کسے کہتے ہیں۔ چنانچہ ''تیسیر مصطلح الحدیث'' میں ہے،

''ما رواہ عدد کثیر تحیل العادۃ تواطوھم علی الکذب ۔یعنی حدیثِ متواتر وہ حدیث ہے کہ جسے اتنے کثیر راوی روایت کریں کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا، عادۃً محال ہو۔'' (صفحہ ۱۸)

یعنی اس حدیث پاک کو اس کی سند کے طبقات میں سے ہر طبقے میں اتنے کثیر راویوں نے روایت کیا ہو کہ عقل عادۃً اس بات کے محال ہونے کا حکم کرے کہ یہ تمام رواۃ اس حدیث کو اپنی طرف سے گھڑ لینے پر متفق ہو گئے تھے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) متواتر اللفظ۔(۲) متواتر المعنی

(1) متواتر اللفظ:۔

وہ حدیث متواتر ہے کہ جس کے لفظ اور معنی دونوں متواتر ہوں۔جیسے یہ حدیث کہ ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

(بخاری۔کتاب العلم)

اس حدیثِ پاک کو ان ہی الفاظ سے تقریباً ستر (70) صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے روایت کیا ہے۔

(2) متواتر المعنی :۔

وہ حدیثِ متواتر کہ جس کا معنی متواتر ہو، لفظ متواتر نہ ہوں۔ جیسے دعا میں ہاتھ اٹھانے کے مضمون پر مشتمل احادیثِ کریمہ۔ یہ تقریباً سو(100) احادیثِ مبارکہ ہیں۔ ہر ایک میں دعا میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، لیکن واقعات مختلف ہیں۔

اب اس حدیثِ پاک کا حکم یہ ہے کہ اس کا انکار کردینے والا کافر ہو جائے گا، چاہے یہ متواتر اللفظ ہو یا متواتر المعنی۔ نیز چونکہ حدیثِ پاک کو سیدِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نسبت ہے، لھذا جو حدیث ہونے کی حیثیت سے اس کی توہین کرے، وہ بھی بے ادبی کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج مانا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

''حدیثِ متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے۔خواہ متواتر اللفظ ہو یا متواتر المعنی۔اور حدیث ٹھہرا کر جو استخفاف کرے، تو یہ مطلقاً کفر ہے، اگر چہ حدیثِ احاد، بلکہ ضعیف، بلکہ فی الواقع اس سے کم درجے کی ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۱۴۔صفحہ ۲۸۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کتب فقہ میں سے کسی کتاب کی تحقیر وتوہین، کفر ہے۔''

منح الروض میں ہے کہ

''کفر باستخفاف کتاب الفقه۔یعنی فقہ کی کسی کتاب کی تحقیر سے کافر ہو جائے گا۔'' (منح الروض الازھر شرح فقہ الاکبر۔فصل فی العلم والعلماء)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اجماع ایک شرعی حجت ہے، اس کا مطلقاً انکار کفر ہے۔''

اولاً اجماع کی تعریف جاننا ضروری ہے، چنانچہ اصول فقہ کی معتبر کتاب ''الحسامی'' میں ہے،

''هو اتفاق جميع المجتهدين الصالحين من امة محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) في عصر على واقعة ۔یعنی اجماع، امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک زمانے کے صالح مجتہدین کا کسی امر پر متفق ہو جانا ہے۔'' (باب الاجماع)

چونکہ ابو بصرہ غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا فرمان عالیشان ہے کہ

''سَأَلْتُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَلَّا یَجْمَعَ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ فَاَعْطَانِیْھَا۔ یعنی میں نے اللہ عزوجل سے درخواست کی کہ میری امت کسی گمراہی پر متفق نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے میری اس درخواست کو قبول فرمالیا۔''

(مسند امام احمد بن حنبل۔ مسند قبائل)

لھذا معلوم ہوا کہ اب کسی مسئلے پر امتِ حبیبِ کبریا (ﷺ) کے علماء صالحین کا متفق ہو جانا، گمراہی سے یقیناً یقیناً دور ہے۔

نیز یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے، جیسا کہ

شرح مواقف میں ہے کہ

''کون الاجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين۔ یعنی اجماع کا قطعی حجت ہونا، ضروریاتِ دین سے ہے۔'' (باب المقصد السادس)

اور ماقبل میں گزر چکا کہ جو ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرے، وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اصول بزدوی میں ہے کہ

''فصار الاجماع كآية من الكتاب او حديث متواتر فی وجوب العمل والعلم به فيكفر جاحده فی الاصل۔ یعنی پس اجماع اپنے ساتھ علم وعمل کے وجوب میں آیتِ قرآنیہ یا حدیثِ متواتر کی مثل ہوگیا، چنانچہ قاعدے کی رو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔'' (باب حکم الاجماع)

کشف الاسرار میں ہے کہ

”یحکم بکفر من انکر اصل الاجماع بان قال لیس الاجماع بحجة۔ یعنی جو اجماع کے شرعی دلیل ہونے کا انکار کرے، اس صورت کے ساتھ کہ کہے کہ اجماع حجت نہیں، تو اس کے لئے کفر کا حکم ہوگا۔“

(کشف الاسرار عن اصول البزدوی۔ باب حکم الاجماع الخ...)

ابن الہمام لکھتے ہیں،

”وبالجملة فقد ضم الی التصدیق بالقلب فی تحقق الایمان امور الاخلال بالایمان اتفاقا کترک السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف به ومخالف مااجمع علیه وانکاره بعد العلم به ۔یعنی خلاصہ یہ کہ ایمان کے لئے قلبی تصدیق کے ساتھ ساتھ کچھ امور ایسے بھی ہیں کہ، جو بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں، جن کا ترک ضروری ہے۔ مثلاً بت کو سجدہ کرنا، کسی نبی کا قتل اور ان کی توہین، اجماع کی مخالفت اور اس کا علم ہوجانے کی بعد اس کی مخالفت۔“ (المسایرہ مع المسامرہ۔ الخاتمة فی بحث الایمان)

تلویح میں ہے کہ

”الاجماع علی مراتب فالاولی بمنزلة الآیة والخبر المتواتر یکفر جاحده۔ یعنی اجماع کے چند مراتب ہیں، پس پہلا بمنزلہ آیتِ قرآن اور خبر متواتر کی مثل ہے، اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔“

(تلویح علی التوضیح۔ الامر الرابع فی حکم الاجماع)

مرآۃ الاصول میں ہے کہ

”یکفر منکر حجیة الاجماع مطلقاً هو المختار عند

مشائخنا ۔یعنی مطلقاً اجماع کی حجیت کا منکر کافر ہے، ہمارے مشائخ کے نزدیک یہی مختار ہے۔'' (جلد دوم۔۲۷۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''انبیاء (علیہم السلام) کے معجزات کو حق جاننا ضروریاتِ دین میں سے ہے، چنانچہ جو ان کا انکار کرے، انہیں غلط بتائے ..یا..ان کی الٹی سیدھی تاویل کرے، علماء دین کے نزدیک کافر ہے۔''

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت (قدس سرہ) تحریر فرماتے ہیں،

''جو شخص معجزاتِ انبیاء (علیہم السلام) کو غلط بتائے، کافر و مرتد اور دائمی لعنت کا مستحق ہے۔اور سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے کو غلط کہنا اور اس کی تاویل کرتے ہوئے کہنا کہ اس سے قوم کے احوال زندہ کرنا مراد ہیں، اسے کفر و ارتداد سے نہیں بچا سکتا، کیونکہ ضروریاتِ دین میں تاویل نہیں سنی جاتی۔

عقائد نسفی میں ہے کہ

''النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد ۔یعنی نصوص کو اپنے ظاہر پر ہی محمول کیا جائے گا اور ان سے ایسے معانی کی جانب مائل ہونا، جس کا دعویٰ اہل باطن نے کیا، الحاد ہے۔''

شرح عقائد نسفی میں ہے کہ

''الحاد ای میل وعدول عن الاسلام و اتصال و التصاق بالکفر لکونہ تکذیبا للنبی ﷺ فیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ ۔یعنی الحاد

سے مراد اسلام سے پھرنا اور اعراض کرنا..اور..کفر کے ساتھ اتصال وملاپ ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ (ﷺ) کی ان معاملات میں تکذیب پر مشتمل ہے، کہ جن کالانا آپ سے بالضرورۃ ثابت ہے۔''

شفاء شریف میں ہے کہ

''التاویل فی الضروری لایسمع ۔یعنی ضروریاتِ دین میں تاویل نہیں سنی جائے گی۔'' (القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام......)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''غیر خدا کو حصول شفاء کی غرض سے بھی پوجنا کفر ہے۔''

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ''حصول شفاء کی غرض سے غیر خدا کی عبادت کرنے والے کے بارے میں'' ارشاد فرماتے ہیں،

''مسئولہ صورت میں وہ شخص کافر ہے۔اگر کسی نام کے مولوی نے حصول شفاء کے لئے اس کے لئے غیر خدا کی عبادت جائز قرار دے دی ہو، تو وہ بھی کافر ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید) ۔جلد۱۴۔صفحہ۳۶۳)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو بنیتِ عبادت سجدہ کرنا کفر اور فقط تعظیم کی نیت سے کرنا حرام وگناہِ کبیرہ ہے۔''

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

''من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ لایکفر ولکن یاثم

لارتکابه الکبیرة وان سجدبنية العبادة فقد کفر ۔یعنی جس نے کسی حاکم کو بطورِ تعظیم سجدہ کیا، تو وہ کافر نہ ہوگا، ہاں گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے گناہ گار ضرور ہوگا اور اگر اس نے بنیتِ عبادت سجدہ کیا، تو بے شک اب کافر ہو گیا۔''

(کتاب الکراہیۃ)

تنبیهہِ خاص:۔

بسا اوقات مزارات پر کسی کو سجدہ کی سی حالت میں دیکھتے ہی شرک وکفر کا فتویٰ جاری کر دیا جاتا ہے۔ یہ حد درجہ جہالت کی علامت ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض واقعی وہ سجدے میں مشغول ہے، تب بھی جب تک وہ شخص بذاتِ خود اپنی نیتِ سجدہ ظاہر نہ کرے، کس طرح حکم لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے بنیت ِعبادت ہی سجدہ کیا ہے؟... کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے نزدیک فقط تعظیم صاحبِ مزار مقصود ہو۔

اور اگر نیت جاننا ضروری نہ سمجھا جائے، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا کہیں گے کہ جو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے والے تمام نمازیوں کو کافر ومشرک قرار دے۔ اور جب اس سے وجہ پوچھی جائے، تو کہہ دے کہ یہ فتویٰ اس لئے جاری کیا گیا کہ امام صاحب نے سامنے والی دیوار کو، پہلی صف نے امام کو اور پچھلی ہر صف نے اپنے سے اگلی صف کو سجدہ کیا اور چونکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام وشرک ہے، لھذا یہ سب مشرک ہوگئے؟.....''

چنانچہ اگر واقعی کسی کو سجدہ ریز دیکھا جائے، تو اولاً اس کے بارے میں یہی حسن ظن رکھنا چاہیئے کہ یہ بنیتِ تعظیم سجدہ کر رہا ہے۔ اس صورت میں مرتکبِ سجدہ گناہ گار ضرور ہے، لیکن کافر نہیں۔ بلکہ اب اگر کسی نے ایسے شخص کو کافر کہا، تو کفر خود

کہنے والے کی جانب لوٹے گا۔ کیونکہ

شفیع محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالیشان ہے،

اَیُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِاَخِیْهِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا اِنْ کَانَ کَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَیْهِ ۔یعنی جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے، تو یہ کفران دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا، اگر سامنے والا اسی طرح ہو جیسے اس نے کہا (تو اس کی طرف) ورنہ اس کہنے والے کی جانب لوٹے گا۔''

(مسلم۔کتاب الایمان)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

''**المختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل فی هذه السمائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان اراد الشتم ولا یعتقده کافر الایکفران کان یعتقده کافر افخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر** ۔یعنی ایسے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ اگر ایسے کلمات سے مراد گالی دینا اور فقط برا کہنا ہو اور اس کے کافر ہونے کا اعتقاد نہ ہو، تو کہنے والا کافر نہ ہوگا اور اگر اسے کافر اعتقاد کر کے مخاطب کیا، تو اب کافر ہو جائے گا۔''

(الباب التاسع فی احکام المرتدین)

ہاں اگر واقعی کسی طرح ثابت ہو جائے کہ اس نے بنیتِ عبادت ہی سجدہ کیا ہے، تو اس صورت میں اس کے مشرک ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ لیکن صاحبِ مزار کے لئے ایک ذی شعور مسلمان سے اس نیت کے ساتھ سجدے کا ارتکاب، بعید از قیاس ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو حبیبِ کبریا (ﷺ) کی تمام امت کو گمراہ کہے، کافر ہے۔''

الشفاء بتعریفِ حقوق المصطفی (ﷺ) میں ہے،

''نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة۔ یعنی جو کوئی ایسی بات کہے کہ جس سے تمام امت کو گمراہ قرار دینے کی راہ نکلتی ہو، ہم قطعی طور پر اس کے کافر ہونے کے قائل ہیں۔'' (فصل فی بیان ماھو من المقالات)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو یہود و نصاریٰ یا ایسے شخص کے کفر میں شک کرے کہ جو ضروریاتِ دین کے انکار کے باعث کافر ہو چکا.. یا.. ان کو کافر نہ کہے، تو خود بھی کافر ہے۔''

قاضی عیاض (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

''الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصاری والیهود و کل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیرهم اوشک قال القاضی ابوبکر لان التوقیف والاجماع اتفقا علی کفرهم فمن وقف فی ذلک فقد کذب النص والتوقیف اوشک فیه والتکذیب والشک فیه لایقع الامن کافر ۔ یعنی اس شخص کے کافر ہونے پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ جو یہود و نصاری یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہو جانے والے کو کافر نہ کہے.. یا.. انہیں کافر کہنے میں توقف کرے.. یا.. اس میں شک کرے۔ قاضی ابو بکر

باقلانی نے فرمایا، ''یہ حکم اس لئے ہے کہ قرآن وحدیث اور اجماع علمائے اسلام ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں، تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے، تو وہ قرآن وحدیث اور اجماع کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر فقط کافر سے ہی سرزد ہوتا ہے۔''

(شفاء شریف۔ فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کسی کافر کی تعظیم کرنا کفر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔(اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان۔ المنافقون۔۸، پ ۲۸)

حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے،

''مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ ۔یعنی جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم کی، اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔''

(شعب الایمان۔ حدیث ۹۴۶۴)

جب ایک گمراہ کی تعظیم کا یہ معاملہ ہے، تو مشرک کی تعظیم کا حکم کتنا سخت ہوگا؟

......

ابونعیم، جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ،

نَهٰى النَّبِىُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يُّصَافَحَ الْمُشْرِكُوْنَ اَوْيُكْنَوْا اَوْيُرَحَّبُ بِهِمْ ۔یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشرک سے ہاتھ ملانے ،اسے کنیت سے ذکر کرنے اور اس کے آتے وقت مرحبا کہنے سے منع فرمایا۔''

(حلیۃ الاولیاء ۔ترجمہ ۴۴۶)

درمختار میں ہے،

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر ۔یعنی اگر کسی نے ذمی کو تعظیماً سلام کہہ دیا، تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ کافر کی تعظیم، کفر ہے۔''

(کتاب الحظر والاباحۃ ۔فصل فی البیع)

اسی میں ہے،

لوقال لمجوسی یااستاذ تبجیلا کفر ۔یعنی اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً یا استاد کہا، تو وہ کافر ہو گیا۔'' (ایضاً)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب عزوجل کی جانب سے جو کچھ لے کر آئے ،ان میں سے بعض کی تکذیب کا نام کفر ہے اور تکذیب، صفت قلب ہے اور اس صفتِ قلب پر جس طرح کفریہ اقوال علامت قرار پاتے ہیں، اسی طرح افعال کفریہ بھی اس کی نشانی ہیں اور حکم کفر کا باعث بنتے ہیں۔''

اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''اگر چہ کفر، ''**تکذیب النبی** (ﷺ) **فی بعض ماجاء به من عند ربه جل وعلا** '' کا نام ہے اور تکذیب، صفتِ قلب ۔ مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور ان کی بناء پر حکم کفر دیا جاتا ہے، یوں ہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینک دینا، بت کے لئے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے روبرو زناء کرنا، اذان سن کر شرم گاہ کو کھول دینا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء واہانت پر دلالت کرے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید) ۔جلد ۵ ۔صفحہ ۱۰۲)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''ہندوؤں کی ''ہولی، دیوالی'' میں شرکت حرام اور پسند کرنا صریح کفر ہے۔''

اعلیٰحضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

''ہولی دیوالی ہندوؤں کے شیطانی تہوار ہیں۔ جب خلافتِ فاروقی میں ایران فتح ہوا، تو کچھ آتش پرست فرار ہو کر ہندوستان آ گئے۔ ان کے یہاں دو عیدیں تھیں۔ (۱) نوروز کہ تحویل حمل ہے۔ (۲) مہرگان، کہ تحویل میزان۔ وہ عیدیں اور ان میں آگ کی پرستش، ہندوؤں نے ان سے سیکھیں اور یہ چاند سورج دونوں کو پوجتے ہیں، لھذا ان کے وقتوں میں یہ ترمیم کی کہ میکھ سنکھ رانت کی پورنماشی میں ہولی اور تلاسنکھ رانت کی اماوس میں دیوالی۔ یہ سب کفار کی رسمیں ہیں، مسلمانوں کو اس میں

شرکت حرام اور اگر پسند کریں، تو صریح کفر ہے۔

غمز العیون میں ہے،

''اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس فھو کافر۔ یعنی ہمارے مشائخ اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی نے کفار کے کسی معاملے کو اچھا کہا، تو وہ کافر ہو جائے گا حتی کہ انہوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا جو یہ کہے کہ کھانے کے دوران مجوسیوں کے ہاں باتیں نہ کرنا، بہت اچھا عمل ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۶۸۰)

تنبیہِ خاص:۔

غیر مسلموں کی فلموں میں اس قسم کے مناظر دیکھ کر انہیں محبوب رکھنے یا اچھا کہنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''کفار کی کوئی ایسی علامت اختیار کرنا، جو ان کا دینی شعار سمجھا جاتا ہو یعنی جس کو اختیار کرنے والے مسلمان کو، دیکھنے والے کافر سمجھیں، کفر ہے، یونہی بت کی عبادت کرنا بھی دائرہ اسلام سے خارج کروا دیتا ہے۔''

منح الروض الازھر شرح فقہ اکبر میں ہے،

''من تزنر بزنار الیھود والنصاری وان لم یدخل کنیستھم کفر ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر وفی الظھیریۃ وحرم

الزوج وفی المحیط لان هذا تصریح بماهو کفروفی الظهیرية من وضع قلنسوة المجوس علی راسه فقیل له فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر ۔یعنی جس نے یہود ونصاری کا زنار پہنا، اگر چہ ان کے عبادت خانے میں نہ گیا، کافر ہے۔جس نے اپنی کمر میں رسی باندھی اور کہا یہ زنار ہے، اس نے کفر کیا ۔ظہیریہ میں ہے اس پر اس کی زوجہ حرام ہوگئی۔محیط میں ہے، کیونکہ یہ صراحۃً کفر ہے۔ظہیریہ میں ہے، جس نے مجوس کی ٹوپی سر پر رکھی، اسے بتایا گیا، تو کہنے لگا ''بس دل ٹھیک ہونا چاہیئے'' وہ کافر ہے۔''

(فصل فی العلم والعلماء)

الاشباہ والنظائر میں ہے،

''عبادة الصنم کفرولااعتباربمافی قلبه ۔یعنی بت کی عبادت کفر ہے اور دل میں جو کچھ ہے، اس کا اعتبار نہیں۔''

(کتاب السیر ۔باب الردۃ)

مجمع الانھار میں ہے،

''یکفربخروجه الی نیروزالمجوس والموافقة معهم فیما یفعلون فی ذلک الیوم وبشرائه یوم النیروزشیئالم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیماللنیروز لاللاکل والشرب وباهدائه ذلک الیوم للمشرکین ولوبیضة تعظیمالذلک الیوم ۔یعنی اس شخص کو کافر قرار دیا جائے گا کہ جو نیروز کے دن مجوسیوں کے ساتھ اس لئے نکلے کہ جو یہ کریں گے، یہ ان کی موافقت کرے گا۔اور جو شخص اس دن، اس دن کی تعظیم کی نیت سے کوئی چیز خریدے

جو پہلے نہ خریدی تھی، نہ ہی کھانے پینے کے لئے، تو بھی کافر ہوگا اور اسی طرح جس نے اس دن کی تعظیم کی نیت سے مشرکین کو تحفہ دینے کے لئے کوئی چیز خریدی، اگرچہ انڈہ ہی کیوں نہ ہو، کافر ہو جائے گا۔"

(باب ان الالفاظ الکفر انواع)

اس پوری تفصیل کے پیش نظر اگر فی زمانہ کوئی مسلمان، اپنے گلے میں عیسائیوں کی صلیب ڈال لے.. یا.. ہندوؤں کی مثل ماتھے پر واضح ٹیکہ لگا لے، تو حکم کفر اس کی جانب بھی متوجہ ہوگا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"گھر، گھوڑے یا عورت کو منحوس تصور کرنا، باطل اور ہندوؤں کے خیالات ہیں۔"

اعلیٰحضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا،

"یہ جو مشہور ہے کہ گھر، گھوڑا اور عورت منحوس ہوتے ہیں، اس کی کیا اصل ہے؟"....

آپ نے ارشاد فرمایا،

"یہ سب محض باطل و مردود، ہندوؤں کے خیالات ہیں۔ شریعتِ مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ شرعاً گھر کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو، ہمسائے برے ہوں۔ گھوڑے کی نحوست یہ کہ شریر، بدلگام و بدرکاب ہو اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ بدزبان و بدرو یہ ہو۔ باقی وہ خیال کہ عورت کے پھیرے سے یہ ہوا، فلاں کے پھیرے

سے یہ، یہ سب باطل اور کافروں کے خیال ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۲۱۔صفحہ۲۲۰)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''بدعت عقیدہ مطلقاً کفر ہے۔''

اعلیٰحضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

''بدعت عقیدہ کا مطلقاً کفر ہونا لازم کہ اس کی تعریف ہی یہ ہے کہ ''**ماحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله ﷺ وجعل دیناقویماوصراطامستقیما کمافی البحر الرائق** ۔یعنی ہر وہ عقیدہ جو رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے (بطورِ یقین) حاصل ہونے والے حق کے خلاف ایجاد کیا جائے اور اسے دین قویم اور صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) قرار دے دیا جائے۔جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد۲۱۔صفحہ۲۲۱)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''تعزیہ ناجائز و بدعت ہے، کفر نہیں۔''

اعلیٰحضرت امام اہل سنت (قدس سرہ) سے پوچھا گیا،

''جو شخص تعزیہ، ثواب و عبادت جان کر خود بنائے ..یا..اور لوگوں کو بنانے کی ترغیب دے اور تعزیہ دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو جائے اور اس پر فاتحہ پڑھے اور تعزیے کے ساتھ ننگے پیر تعظیماً چلے اور مرثیہ بھی پڑھوا تا جائے۔شاہ مولانا عبدالعزیز صاحب نے اپنے فتاویٰ کی جلد اول میں لکھا ہے،''جو بدعت کو عبادت سمجھ کر کرے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' اور اس پر ابن ماجہ کی ایک حدیث لائے ہیں۔اس کا مضمون یہ ہے

کہ

''فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے کہ ''بدعتی اسلام سے ایسا صاف نکل جاتا ہے، جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔''

تو شاہ صاحب کے قول ''اسلام سے خارج ہے'' سے کیا مطلب ہے؟... یعنی ایسا شخص کافر و مرتد ہے یا گمراہ ورافضی ہے۔ ہر صورت میں اس کا ذبیحہ حرام ہے یا حلال؟... کیا ایسے شخص کی نماز جنازہ درست ہے؟''.....جولوگ ایسے تعزیہ پرست کے مرید ہوں، ان کا کیا حکم ہے؟''...ایسے تعزیہ پرست اور بت پرست میں کیا فرق ہے؟''...

آپ نے جواباً فرمایا،

''تعزیہ ناجائز وبدعت ضرور ہے، لیکن کفر ہرگز نہیں کہ اس کا نمازِ جنازہ ناجائز..یا..ذبیحہ مردار..یا..اسے بت پرستوں میں شمار کیا جائے۔ افراط وتفریط یعنی کمی، زیادتی دونوں قابل مذمت ہیں۔

ابن ماجہ کی پیش کردہ حدیثِ پاک اگرچہ شدید ضعیف ہے، لیکن اس کے ضعف سے قطع نظر، اسی طرح کے مضمون کی حامل دیگر احادیث پر قیاس کرتے ہوئے اس کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یا تو اس میں مرتکبِ بدعت کے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کی گئی ہے..یا پھر..یہاں بدعت سے مراد، وہ بدعت ہے کہ جسے کفر قرار دیا جائے[۱]، ورنہ لازم آئے گا کہ ہر بدعتِ سیئہ کفر ہو جائے، جب کہ اس کا مرتکب اسے اچھا سمجھے اور یہی غالب ہے۔ اور بدعتِ عقیدہ کا مطلقاً کفر

[۱]۔ جیسے قرآن وحدیث کی تعلیمات کے برخلاف نیا عقیدہ ایجاد کرلینا۔۱۲ منہ

ہو جانا لازم کہ اس کی تعریف ہی یہ ہے،

''ماحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ ﷺ وجعل دیناقویماوصراطامستقیما کمافی البحرالرائق۔ یعنی ہر وہ عقیدہ جو رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے (بطورِ یقین) حاصل ہونے والے حق کے خلاف ایجاد کیا جائے اور اسے دین قویم اور صراطِ مستقیم قرار دے دیا جائے۔ جیسا کہ البحرالرائق میں ہے۔''

حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ بعض بد مذہبیاں کفر نہیں۔ خلاصہ میں ہے،

''اذاقال ان اللہ یداورجلاکماللعبادفھو کافروان قال جسم لاکاجسام فھو مبتدع ۔ یعنی جب کوئی کہے کہ اللہ عزوجل کے لئے بندوں کی مثل ہاتھ اور پیر ہیں، تو وہ کافر ہے اور اگر کہے کہ اس کا جسم ہے، لیکن دوسرے اجسام کی مثل نہیں، تو وہ بدعتی ہے (کافر نہیں)۔'' (خلاصۃ الفتاویٰ۔ کتاب الصلوۃ۔ الفصل الخامس عشر)

ہزار ہا مسائل اس پر بطورِ دلیل پیش کئے جاسکتے ہیں، تو ایسے شخص پر مطلقاً حکم کفر کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟... ہاں سوال میں مذکورہ افعال کا مرتکب قابل بیعت نہیں کہ پیر کی شرائط میں سے ہے کہ ایسا شخص سنی العقیدہ اور غیر فاسق معلن ہونا چاہیئے (جب کہ یہ شخص ایسا نہیں)۔'' (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۲۱)

تنبیہِ خاص:۔

خیال رہے کہ مذکورہ سوال ایسے شخص کے بارے میں ہے کہ جو اہل سنت سے تعلق رکھنے کے باوجود ذکر کردہ افعال کا مرتکب تھا۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''آسمانی ستاروں کے سعد (مبارک) اور نحس (نامبارک) اثرات پر یقین کرنا ناجائز اور کبھی شرک ہے۔ نیز تعویذات میں عامل کو ان کی رعایت کرنا بعض صورتوں میں خلافِ توکل اور بعض میں مکروہ و حرام ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے پوچھا گیا،

''کواکبِ فلکی کے سعد و نحس پر عقیدت رکھنا کیسا ہے؟...اور تعویذات میں عامل کو ان کی رعایت کہاں تک درست ہے؟...

آپ نے جواب ارشاد فرمایا،

''مطیع و فرمانبردار مسلمان پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافر پر کوئی چیز سعد نہیں اور نافرمان و گناہ گار مسلمان کے لئے اس کا اسلام سعد ہے۔ طاعت و عبادت سعد ہے، بشرطیکہ کہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو جائے۔ گناہ و معصیت بذاتِ خود نحس ہے، بشرطیکہ رحمت و شفاعت اس کی نحوست سے نہ بچالیں، بلکہ نحوست کو سعادت کر دیں۔

فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۔یعنی تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔'' (پ۱۹۔الفرقان۔۷۰)

بلکہ کبھی گناہ بھی باعثِ سعادت ہو جاتا ہے، اس طرح کہ بندہ اس کے ارتکاب کی بناء پر نادم و خوف زدہ رہتا ہے، نیز اس سے توبہ میں لگا رہتا ہے، یوں وہ دھل جاتا ہے اور بہت سی نیکیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔

باقی ستاروں میں کوئی سعادت و نحوست نہیں۔ اگر انہیں (بغیر عطائے الٰہی) خود مؤثر جانے، تو مشرک ہے۔ ان سے مدد مانگے تو حرام، ورنہ ان کی رعایت کم از کم

خلافِ توکل تو ضرور ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے،

''آنچہ اہل عزائم وتکسیر میکنند مثل تبخیر وتلوین وحفظ ساعات نیز مکروہ وحرام است نزد اہل دیانت وتقوی۔ یعنی جو کچھ اہل عزائم اور اصحابِ تکسیر کرتے ہیں، جیسے تبخیر وتلوین اور ان کی ساعات کی حفاظت کرنا، پس یہ بھی اہل دیانت اور احبابِ تقوی کے نزدیک مکروہ وحرام ہے۔'' (کتاب الطب والرقی)

تبخیر سے مراد ''وقت سے مناسبت رکھنے والے ستاروں کی رعایت کرتے ہوئے خاص بخورات [1] کا استعمال کرنا''، ورنہ تعظیم ذکر وتلاوت کے لئے عود ولوبان سلگانا مستحب ہے.. اور.. تلوین سے مراد ''مصلے وغیرہ کو ستاروں کے خصوصی رنگوں کی مثل رنگوں سے رنگین کرنا۔''

فقیر نے اس پر حاشیہ لکھا کہ

''چونکہ اصل مقصود، ستاروں سے طلبِ امداد ہے، اس لئے حرام ہے۔ اس لئے کہ ان اشیاء سے مدد لینا جائز نہیں کہ جن کا ''مدد کرنے کے سلسلے میں (اللہ عزوجل سمیت) کسی کا محتاج نہ ہونا'' مشرکین کے خیال میں پختہ ہو چکا ہے۔ اور اگر ایسی اشیاء نہ ہوں، تو ان سے طلبِ امداد مکروہ اور ترکِ اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ یہ اربابِ توکل کے اعمال میں سے نہیں، بلکہ ان دوسرے لوگوں کے اعمال سے مشابہہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اگر طلبِ امداد ستاروں سے نہ ہو اور نیک اہل تجربہ اپنے تجربے سے جانتے ہوں کہ ان کی رعایت کرنا بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح مقصودہ دواؤں میں اوزان اور بے شمار تخصیصات کی رعایت کرنا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے موافق واقع ہو، تو

[1] یعنی وہ چیزیں جن کے جلانے سے خوشبو نکلتی ہے، جیسے عود ولوبان وغیرہ۔ ۱۲ منہ

اس میں کچھ حرج نہیں۔ (بلکہ) خود امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں بہت سخت گیر تھے، طلبِ بارش کی دعا کرنے کے سلسلے میں منزلِ قمر کی رعایت کا حکم فرمایا۔" (فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۲۱)

تنبیہِ خاص:

اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین بنام "یہ ہفتہ کیسا رہے گا" سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے لئے، مذکورہ مسئلے کی روشنی میں اپنی نیتوں کا احتساب بے حد ضروری ہے۔

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"حرام کام پر خوش ہونا بھی حرام ہے۔"

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے،

"التفرج علی المحرم حرام۔ یعنی حرام کام پر خوش ہونا حرام ہے۔" (مقدمۃ الکتاب)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

"محرم الحرام میں سبیل لگانی جائز، جب کہ گھوڑا نکالنا، بزرگوں کی نقل بنانے کی بناء پر ممنوع ہے۔"

فتاویٰ رضویہ میں ہے،

"سبیل لگانا ضرور جائز ہے، البتہ تعزیہ ناجائز ہے اور گھوڑا نکالنا، نقل بنانا ہے اور اکابر کی نقل بنانی بے ادبی ہے۔" (جلد ۲۱ (جدید)۔ صفحہ ۲۴۷)

۞ کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''اگر دینی مدارس کو گورنمنٹ کی جانب سے ''کسی ناجائز مطالبے کے بغیر'' مالی امداد حاصل ہو رہی ہو، تو اسے منع کرنا حماقت اور حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے۔''

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے سوال ہوا کہ،

''(کیا) ایسے مدارس و مکاتب کے لئے (گورنمنٹ کی امداد لینا جائز ہے کہ) جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں اور جن کے دینی و مذہبی شعبہ تعلیم پر اربابِ حکومت ہرگز کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کے نصابِ تعلیم کا سرکاری حصہ مُروجہ تعلیم بھی ممنوعاتِ شرعیہ میں سے کسی خفیف سے خفیف شائبہ سے بھی مکمل طور پر پاک ہے۔ اس امداد سے نفع اٹھانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟''

آپ نے ارشاد فرمایا،

''ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی ہے، تو بلاشبہ اس کا لینا جائز اور اس کا قطع کرنا حماقت ہے، خصوصاً جب کہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ خیر کا دروازہ بند کرنا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا،

''(گورنمنٹ کی) جو امداد، نہ کسی خلافِ شرع کام کے ساتھ مشروط ہو اور نہ ہی اس کی جانب مائل کرنے والی ہو، اس میں حرج نہیں، خصوصاً جب کہ ہمارا ہی پیسہ ہم کو دیا جاتا ہے، اسے حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔ جلد ۲۱۔ صفحہ ۲۵۱۔ ۲۵۵)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''جو چیز سید الانبیاء ،حبیبِ کبریا (ﷺ) کی نسبت سے مشہور ہو جائے ،اس کی تعظیم ،صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی سنتِ کریمہ اور شعارِ دین سے ہے ،چاہے اس کے نبی کریم (ﷺ) سے تعلق رکھنے پر کوئی سندِ صحیح بھی موجود نہ ہو۔''

اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے سوال ہوا کہ،

''جو لوگ تبرکاتِ شریف بلا سند لاتے ہیں،ان کی زیارت کرنا چاہیئے یا نہیں؟...اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں،یہ ان کا کہنا کیسا ہے؟''...

آپ نے ارشاد فرمایا،

''سرکارِ مدینہ (ﷺ) کے آثار وتبرکاتِ شریفہ کی تعظیم ،دینِ مسلمان کا فرضِ عظیم ۔ہے۔تابوتِ سکینہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے،جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے تھے،اس میں کیا تھا،**بقیة مما ترک ال موسی وال هرون** ۔یعنی موسیٰ وہارون (علیہما السلام) کے چھوڑے ہوئے تبرکات میں سے کچھ بقیہ تھا۔یعنی موسیٰ (علیہ السلام) کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون (علیہ السلام) کا عمامہ وغیرہ۔اور اسی سبب سے تواتر سے ثابت ہے کہ جس چیز کو کسی طرح سے رسول اللہ (ﷺ) کے بدن مبارک سے چھونے کا تعلق ظاہر ہوا،صحابہ وتابعین وائمہ دین (رضی اللہ عنہم) ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلبِ برکت فرماتے آئے

اور دین حق کے اماموں نے صاف ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے کسی سند کی حاجت نہیں، بلکہ جو چیز حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام پاک سے مشہور ہو جائے، اس کی تعظیم ،شعائر دین سے ہے۔شفاء شریف ومواہب لدنیہ ومدارج نبوت وغیرھا میں ہے،

''**من اعظامه صلی اللہ علیہ وسلم اعظام جميع اسبابه ومالمسه او عرف به** صلی اللہ علیہ وسلم ۔یعنی جن چیزوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ تعلق رہا ہو اور جنہیں آپ نے چھوا ہو یا جو آپ کی نسبت سے مشہور ہو گئی ہوں، ان کی تعظیم، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم سے ہی ہے۔'' (کتاب الشفاء للقاضی ۔فصل ومن اعظامہ...الخ)

اور اس قسم کے مسائل میں بغیر سند پائے ، وہی تعظیم سے دور رہے گا کہ جس کا دل بیمار ہوگا، جس میں نہ تو عظمتِ شان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکمل طور پر موجود ہوگی اور نہ ایمان کامل۔

اور یہ کہنا کہ '' آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں'' اگر کسی مخصوص شخص کی تعیین کئے بغیر ہو یعنی کسی شخص معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو، تو اس میں کچھ گناہ نہیں۔ہاں بغیر ثبوتِ شرعی کسی خاص شخص پر یہ حکم لگانا کہ یہ انہیں میں سے ہے، جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں، ضرور ناجائز وگناہ وحرام ہے کہ اس قسم کی بات پر ابھارنے والی چیز فقط بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں،

''**اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ**۔یعنی بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔'' (بخاری ۔کتاب الوصایا)

ائمہ دین فرماتے ہیں،

''انـمایـنشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث ۔یعنی خبیث گمان ،خبیث دل سے ہی پیدا ہوتا ہے۔'' (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔تحت حدیث ۲۹۰۱)

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۲۱۔صفحہ ۴۱۴۔۴۱۶)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

''شریعت،طریقت،حقیقت اورمعرفت میں باہم کوئی تضاد نہیں، جواس کا دعویٰ کرے، جاہل ہے..یا..گمراہ و بددین۔''

فتاویٰ رضویہ میں ہے،

''شریعت،طریقت،حقیقت اور معرفت میں باہم کوئی تخالف نہیں۔جواس کا دعویٰ کرے، اگر بے سمجھے کیا،تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کرکرے،تو گمراہ بددین۔

شریعت،حضور اقدس (ﷺ) کے اقوال،طریقت،آپ کے افعال، حقیقت،آپ کے احوال اور معرفت،حضور (ﷺ) کے علوم بے مثال ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ (جدید)۔جلد ۲۱۔صفحہ ۴۶۰)

تمت بالخیر

والحمدلله رب العالمین

مکتبہ اعلیٰ حضرت

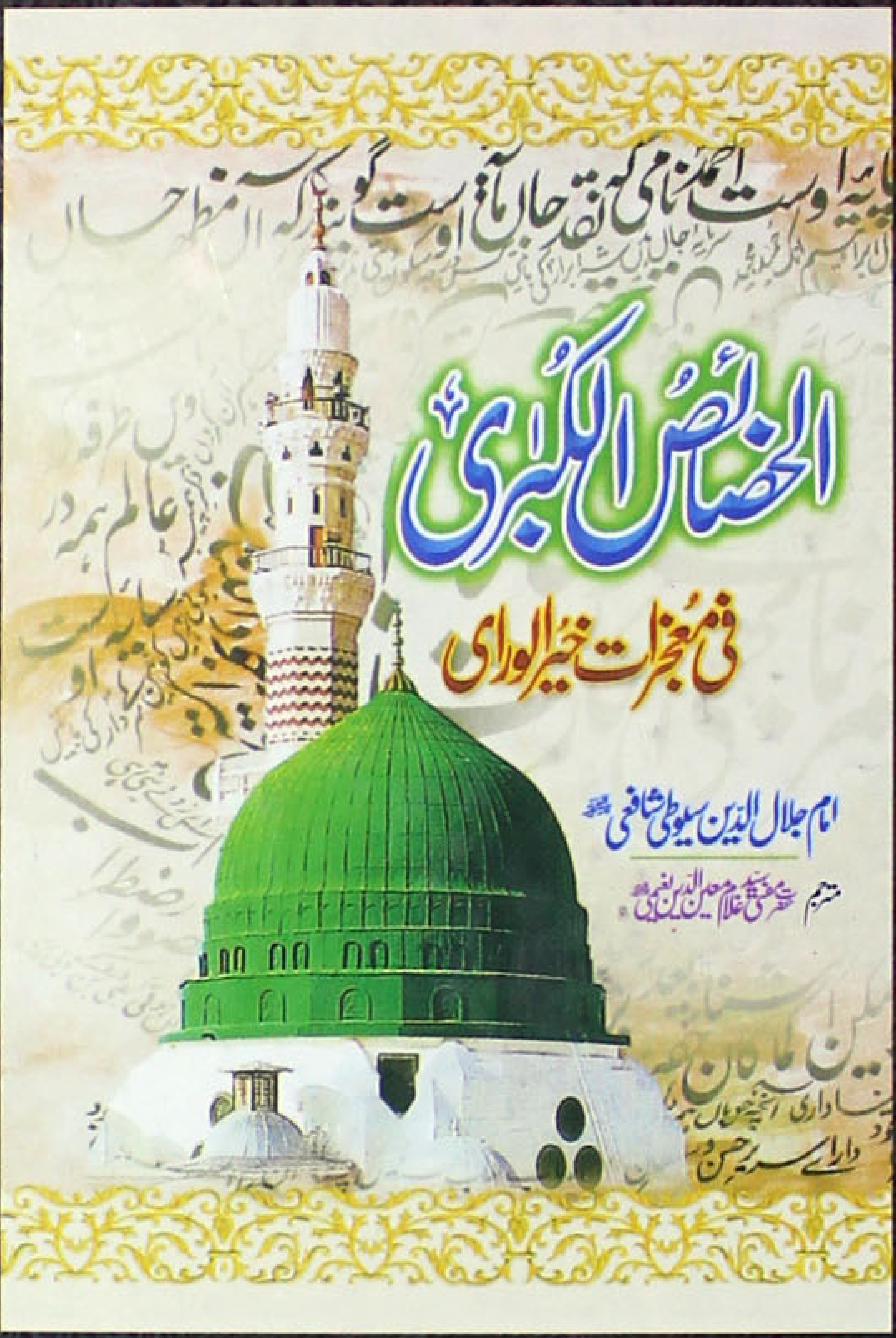

انوار الحدیث

نورانی واقعات

سیرت صدر الشریعہ

زلف و زنجیر

زلزلہ و تبلیغی جماعت

قرآنی بیانات

غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟

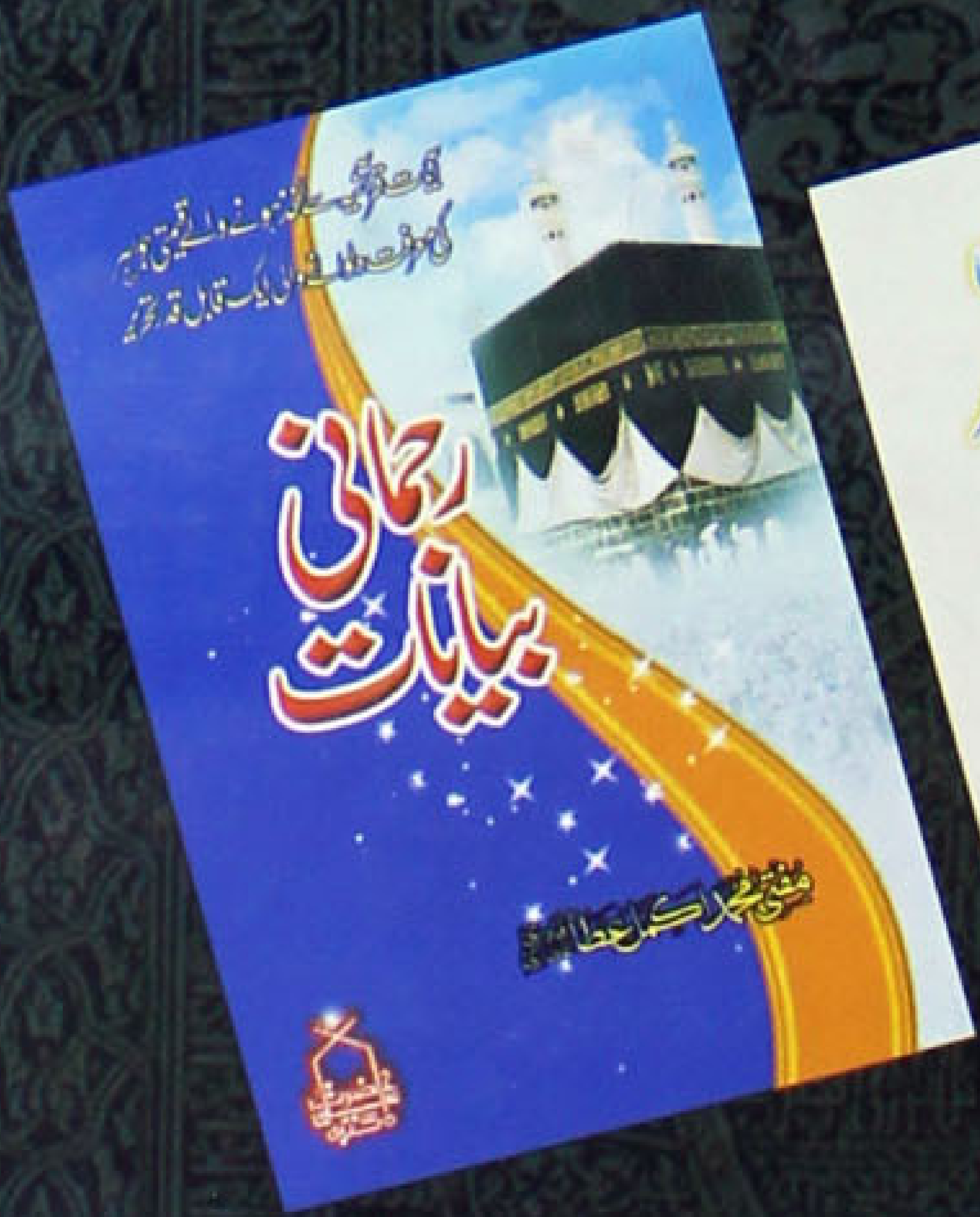

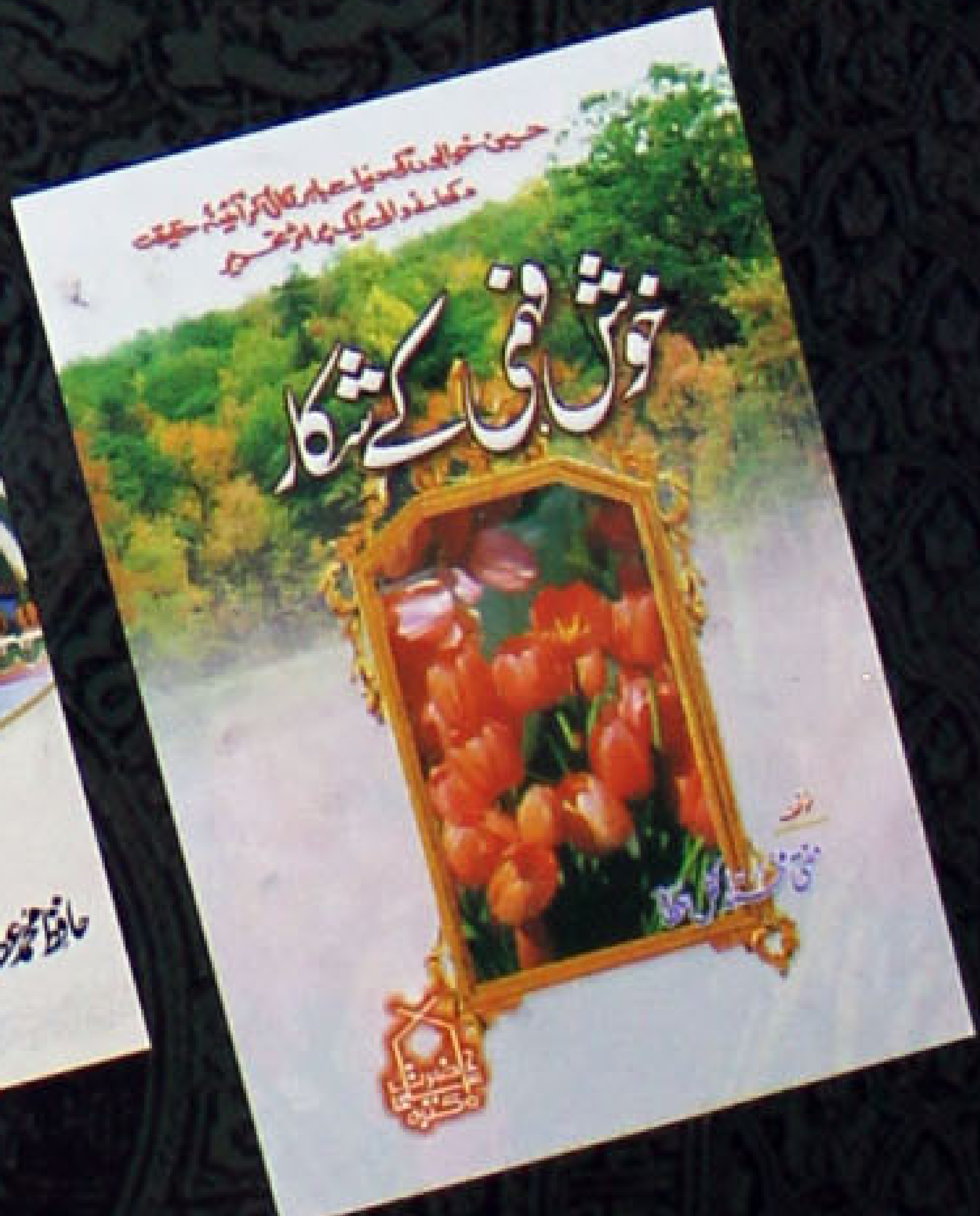

SHOP No.4, SASTA HOTEL, DARBAR MARKET, LAHORE.

Voice ***092-042-7247301*** E-mail: ajmalattari20@hotmail.com